

انڈیا 2023 انسانی حقوق کی رپورٹ

کلیدی خلاصہ

ہندوستان کی شمال مشرقی ریاست منی پور میں سال رواں کے دوران کوکی اور میتی نسلی گروہوں کے درمیان نسلی تنازعات کے پھوٹ پڑنے کا نتیجہ انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کی شکل میں برآمد ہوا۔ ذرائع ابلاغ کی رپورٹ کے مطابق 3 مئی سے 15 نومبر کے درمیان کم از کم 175 افراد ہلاک اور 60,000 سے زیادہ بے گھر ہوئے۔

کارکنوں اور صحافیوں نے گھروں، کاروبار اور عبادت گاہوں کی تباہی کے علاوہ مسلح تصادم، عصمت دری اور حملوں کی رپورٹ کی۔ حکومت نے فساد کے رد عمل میں سلامتی افواج کو تعینات کیا، روزانہ کرفیو نافذ کیا اور انٹرنیٹ بند کر دیا۔ سپریم کورٹ نے تشدد کو روکنے میں مرکزی حکومت اور منی پور ریاستی حکومت کی ناکامی پر تنقید کی اور تشدد کے واقعات کی تحقیقات اور انسانی امداد کی فراہمی اور گھروں اور عبادت گاہوں کی تعمیر نو کو یقینی بنانے کے لیے حکام کو مقرر کیا۔

انسانی حقوق کے اہم مسائل میں درج ذیل قابل یقین اطلاعات شامل ہیں: من مانی یا غیر قانونی قتل، بشمول ماورائے عدالت قتل؛ جبری گمشدگیاں؛ حکومت کی طرف سے اذیت یا ظالمانہ، غیر انسانی، یا ذلت آمیز سلوک یا سزا؛ جیل کے سخت اور جان لیوا حالات؛ من مانی گرفتاری یا حراست؛ سیاسی قیدی یا نظربند؛ دوسرے ملک میں افراد کے خلاف بین الاقوامی جبر؛ پرائیویسی میں من مانی یا غیر قانونی مداخلت؛ رشتہ دار کی جانب سے مبینہ جرائم کے لئے خاندان کے اراکین کو سزا؛ کسی تنازع میں سنگین بدسلوکی، بشمول مبینہ طور پر غیر قانونی یا بڑے پیمانے پر شہریوں کی موت یا نقصان، ایذا رسانی، جسمانی تشدد، اور تنازعات سے متعلق جنسی تشدد یا سزا؛ آزادی اظہار اور میڈیا کی آزادی پر سنگین پابندیاں، بشمول صحافیوں کے خلاف تشدد یا تشدد کی دھمکیاں، صحافیوں کی بلا جواز گرفتاریاں یا ان پر مقدمہ چلانا، سنسرشپ، اور اظہار کو محدود کرنے کے لیے مجرمانہ توہین کے قوانین کے نفاذ یا ان کے نفاذ کی دھمکی؛ انٹرنیٹ کی آزادی پر سنگین پابندیاں؛ پرامن اجتماع کی آزادی اور انجمن کی آزادی میں خاطر خواہ مداخلت؛ ریاست کی حدود میں نقل و حرکت اور رہائش کی آزادی اور ملک چھوڑنے کے حق پر پابندیاں؛ حکومتی کرپشن؛ ملکی اور بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیموں پر حکومت کی سنگین پابندیاں یا انہیں ہراساں کرنا؛ صنفی امتیاز پر مبنی وسیع تشدد، بشمول گھریلو یا پارٹنر کے ساتھ مباشرت سے متعلق تشدد، جنسی تشدد، کام کی جگہ پر تشدد، بچے کی کم عمری میں اور جبری شادی، خواتین کا ختنہ، نسوانی قتل، اور اس طرح کے تشدد کی دیگر اقسام؛ جات کے اعتبار سے اقلیتوں اور نسلی گروہوں کے اراکین کو ہدف بنا کر تشدد یا تشدد کی دھمکیوں سے وابستہ جرائم؛ نیز ہم جنس پرست خواتین، مرد، دو جنسی، ٹرانس جنڈر، کوئیر یا انٹرسیکس افراد کو ہدف بنا کر تشدد یا تشدد کی دھمکیوں سے وابستہ جرائم۔

حکومت نے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے مرتکب اہلکاروں کی شناخت اور سزا کے لیے نہایت معمولی قابل یقین اقدامات یا کارروائی کی۔ جموں و کشمیر، شمال مشرقی ریاستوں اور ماؤنواز دہشت گردی سے

متاثرہ علاقوں میں دہشت گردوں نے سنگین زیادتیاں کیں، جن میں مسلح افواج کے اہلکاروں، پولیس، سرکاری اہلکاروں اور عام شہریوں کا قتل اور اغوا شامل ہے

سیکشن 1- فرد کی سالمیت کا احترام

الف۔ زندگی سے جبراً محرومی اور دیگر غیر قانونی یا سیاسی طور پر محرک قتل

اس سال ایسی بہت سی اطلاعات سامنے آئیں جس کے مطابق حکومت یا اس کے ایجنٹ ماورائے عدالت قتل سمیت جبری یا غیر قانونی قتل کے مرتکب ہوئے۔ میڈیا کی رپورٹوں میں اکثر پولیس یا سلامتی افواج کے ہاتھوں ملزم افراد کی مبینہ طور پر کی جانے والی ہلاکتوں کو "انکاؤنٹر کلنگ" قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے الزامات تھے کہ پولیس یا جیل کے محافظوں نے قیدیوں کو قتل کیا اور بعض اوقات ان ہلاکتوں کی زمرہ بندی خودکشی یا قدرتی وجوہات سے ہونے والی موت کے طور پر کی گئی۔ 5 فروری کو، پولیس نے مبینہ طور پر اڈیشہ کے کٹک ضلع میں حراست میں رہتے ہوئے، غیر قانونی شکار کے ملزم دھنیشور بہرا کو قتل کر دیا۔ 6 فروری کو، اڈیشہ کے محکمہ جنگلات نے موت میں ملوث ہونے کے الزام میں چھ اہلکاروں کو گرفتار کیا۔ قومی انسانی حقوق کمیشن (این ایچ آر سی) نے بیرا کی موت کی تحقیقات کی اور 27 اگست کو اڈیشہ حکومت کو ہدایت دی کہ وہ بہرا کے قریبی رشتہ داروں کو سرکاری ملازمین کی جانب سے لاپرواہی کا معاوضہ ادا کرے۔

15 اپریل کو، پریس نے رپورٹ کیا کہ صحافیوں کے بھیس میں تین افراد نے سماج وادی پارٹی کے سابق رکن پارلیمنٹ اور سزا یافتہ قیدی عتیق احمد اور اس کے بھائی اشرف کو پولیس کی موجودگی میں گولی مار دی۔ فائرنگ کی تصاویر پکڑی گئیں اور ٹیلی ویژن پر براہ راست نشر کی گئیں۔ پولیس نے تینوں افراد کو بھائیوں کو گولی مارنے کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ اتر پردیش (یوپی) حکومت نے اس واقعے کی تحقیقات کے لیے تین رکنی عدالتی کمیشن قائم کیا۔ چونکہ یوپی میں ماورائے عدالت قتل کی خبریں بہت زیادہ پھیل گئی تھیں، سپریم کورٹ نے 12 اگست کو یوپی پولیس سے کہا کہ وہ 2017 سے ریاست میں ماورائے عدالت تشدد کے 10,900 سے زیادہ واقعات میں سے 183 ہلاکتوں کی تحقیقات کے بارے میں تفصیلات فراہم کرے، کارکنوں کے مطابق کچھ معاملات میں پولیس شامل تھی۔ 30 ستمبر کو، اس انکوائری کی پیروی میں، یوپی کی ریاستی حکومت نے زور دے کر کہا کہ اسے عتیق اور اشرف احمد کی موت کی تحقیقات میں پولیس کی کوئی غلطی نہیں ملی۔

31 جولائی کو، میڈیا کی رپورٹوں میں بتایا گیا کہ سیکورٹی اہلکار چیتن سنگھ نے اپنے سینئر افسر کو قتل کر دیا اور اس کے بعد ممبئی کے قریب ایک ٹرین میں مسلمان کے طور پر شناخت کرنے والے تین افراد کو ان کی شکل کی بنیاد پر نشانہ بنایا۔ تینوں افراد کے اہل خانہ نے اس واقعے کو "نفرت پر مبنی جرم" اور "دہشت گردی کی کارروائی" قرار دیا جسے سنگھ نے تینوں افراد کو گولی مارنے سے پہلے ان کے خلاف استعمال کیا تھا۔ پولیس نے اسی دن سنگھ کو گرفتار کر لیا۔

ملک میں 2016-2022 کے درمیان ماورائے عدالت قتل کے 813 واقعات درج ہوئے، یہ واقعات سب سے زیادہ چھتیس گڑھ میں رونما ہوئے، اس کے بعد یوپی کی باری آتی ہے۔ غیر سرکاری ذرائع کے مطابق، جموں و کشمیر (جے اینڈ کے) میں اس مدت کے دوران 813 قلمبند مقدمات میں سے ایک فوجی افسر کو سزا سنائی گئی۔

مارچ میں، ایک فوجی عدالت نے جولائی 2020 میں جموں و کشمیر کے امشی پورہ میں تین افراد کے "انکاؤنٹر" کے لیے ایک کپتان کو مجرم ٹھہرایا اور عمر قید کی سفارش کی۔ 15 نومبر تک سزا التوا میں رہی۔ جموں و کشمیر، شمال مشرقی ریاستوں اور ملک کے ماؤنواز سے متاثرہ علاقوں میں سرکاری افواج اور غیر سرکاری اداروں کے ہاتھوں ہلاکتوں کی اطلاع ملی۔

ب۔ گمشدگی

حکومتی حکام یا ان کی جانب سے گمشدگیوں کی اطلاعات تھیں، جن میں یہ الزامات بھی شامل ہیں کہ پولیس زیر حراست افراد کے لیے مطلوبہ گرفتاری کی رپورٹ درج کرنے میں ناکام رہی، جس کے نتیجے میں غیر حل شدہ گمشدگیوں کے واقعات رونما ہوئے۔ پولیس اور سرکاری حکام نے ان دعوؤں کی تردید کی ہے۔ مرکزی حکومت نے اطلاع دی کہ ریاستی حکومت کی اسکریننگ کمیٹیوں نے اہل خانہ کو نظربندوں کی حالت سے آگاہ کیا تھا۔ ایسی اطلاعات تھیں کہ جیل کے محافظین بعض اوقات اہل خانہ سے اس بات کی تصدیق کے لیے رشوت مانگتے تھے کہ ان کے رشتے دار حراست میں ہیں یا نہیں۔

انسانی حقوق کی تنظیموں کے مطابق، 1989-2006 کے درمیان جموں و کشمیر کے علاقے میں تقریباً 8,000-10,000 افراد لاپتہ ہوئے، اور ان گمشدگیوں کو مبینہ طور پر سرکاری افواج، نیم فوجی دستوں اور دہشت گردوں سے متصف کیا گیا ہے۔ جموں و کشمیر میں 2006 سے لاپتہ ہونے والے افراد کے اعداد و شمار محدود تھے۔ پریس نے اطلاع دی کہ عبد الرشید ڈار کی لاش یکم مارچ کو کشمیر کے کپواڑہ ضلع میں برآمد ہوئی تھی۔ فوجیوں نے ڈار کو دسمبر 2022 میں حراست میں لیا تھا اور ان کے اہل خانہ کے مطابق وہ حراست کے بعد لاپتہ ہو گئے تھے۔ ڈار کی لاش برآمد ہونے پر ان کے اہل خانہ نے فوج پر ڈار کو زبردستی غائب کرنے اور حراست میں قتل کرنے کا الزام لگایا۔ ڈار کے کیس میں ملوث فوجی اکائی نے پولیس کو بتایا کہ ڈار تفتیش کے دوران فرار ہو گیا تھا۔

24 مارچ کو جبری یا غیر رضاکارانہ گمشدگی کی بابت اقوام متحدہ کی ورکنگ گروپ اور انسانی حقوق کے محافظوں کی صورت حال پر اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندوں نے انسانی حقوق کے کشمیری محافظوں کے ساتھ حکومتی سلوک پر تشویش کا اظہار کیا اور ان کے خلاف تحقیقات بند کرنے اور ان کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

خصوصی نمائندوں نے کشمیر میں بڑی تعداد میں غیر نشان زدہ واحد اور اجتماعی قبروں کی شناخت، تحفظ اور حفاظت کی کمی کے مسلسل الزامات کو نوٹ کیا، جس میں مناسب فورنسک تحقیقات انجام دینے میں ناکامی، جبری طور پر لاپتہ کیے گئے افراد کی تلاش کی کوششیں، اور بین الاقوامی معیارات کے مطابق اس میں دفن افراد کی باقیات کی شناخت میں پیش رفت کا فقدان شامل ہے۔ خصوصی نمائندوں نے کہا کہ وہ افراد اور سول سوسائٹی کی تنظیموں، بشمول انسانی حقوق کے محافظوں اور صحافیوں کے

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

خلاف ڈرانے دھمکانے اور ہراساں کیے جانے کی رپورٹوں سے پریشان ہیں جنہوں نے تحقیقات اور احتساب کا مطالبہ کیا۔

ج۔ تشدد اور دیگر ظالمانہ، غیر انسانی، یا ذلت آمیز سلوک یا سزا، اور دیگر متعلقہ بدسلوکی

قانون نے اس طرح کے کاموں کی ممانعت کی ہے، لیکن ایسی مصدقہ اطلاعات ہیں کہ سرکاری اہلکار انہیں بروئے کار لاتے تھے۔ قانون نے حکام کو جبری اقبالی بیانات کو بطور ثبوت تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دی ہے، لیکن اقوام متحدہ اور غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) بشمول ایمنسٹی انٹرنیشنل اور ہیومن رائٹس واچ نے رپورٹ کیا کہ حکام نے اعتراف جرم کے لیے تشدد کا استعمال کیا۔

حکام نے مبینہ طور پر جبری تاوان یا مختصر سزا کے طور پر تشدد کا بھی استعمال کیا۔ ایسی اطلاعات تھیں کہ پولیس کے ذریعے ٹارچر کے نتیجے میں قیدیوں کی زیر حراست اموات بھی ہوئیں۔ ہیومن رائٹس واچ کی سالانہ عالمی رپورٹ کے مطابق، پولیس نے جبری یا جھوٹے اقبالی بیانات حاصل کرنے کے لیے تشدد، دیگر بدسلوکی، اور جبری حراستوں کا استعمال کیا۔ کچھ معاملات میں، پولیس نے مبینہ طور پر مشتبہ افراد کو ان کی گرفتاریوں کا اندراج کیے بغیر حراست میں لیا اور زیر حراست افراد کو مناسب خوراک اور پانی تک رسائی سے محروم رکھا۔

ظالمانہ، غیر انسانی، یا ذلت آمیز سلوک یا سزا کی دیگر اطلاعات بھی تھیں بالخصوص پولیس کی جانب سے۔ بہار ریاستی انسانی حقوق کمیشن نے 18 جولائی کو ریاستی حکومت کو حکم دیا کہ وہ چھ افراد میں سے ہر ایک کو 25,000 روپے (\$300) ادا کرے جنہیں پولیس نے ہتھکڑیاں لگا کر ضلع مدھ پورہ میں میڈیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ ان افراد کو، جن میں دو بچے بھی شامل تھے، 2021 میں غیر اخلاقی ٹریفک (انسداد) ایکٹ کے تحت گرفتار کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ، کمیشن نے اس وقت مدھ پورہ کے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے طرز عمل کی مذمت کی، یہ تفصیل فراہم کرتے ہوئے کہ ملزمان کی ہتھکھڑی کے ساتھ تصاویر شائع کروا کر ان کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی ہے۔ کمیشن نے ریاستی حکومت کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ ریاستی پولیس اہلکاروں کو ہدایت جاری کرے تاکہ مستقبل میں ایسے واقعات کا سد باب ہو سکے۔

پولیس افسران کو بھی عصمت دری کے الزامات میں پھنسا یا گیا جس میں پولیس حراست میں متاثرہ افراد کے ساتھ عصمت دری بھی شامل ہے۔ حکومت نے NHRC کو عصمت دری کے ان معاملات کی تحقیقات کا اختیار دیا جس میں پولیس افسران شامل ہیں۔ جون میں، این ایچ آر سی نے راجستھان کی حکومت سے درخواست کی کہ وہ دو پولیس اہلکاروں سمیت تین افراد کے ذریعے 21 سال کی ایک خاتون کی مبینہ اجتماعی عصمت دری اور قتل کے بارے میں تفصیلی رپورٹ فراہم کرے۔ این جی اوز نے دعویٰ کیا کہ NHRC کے اعدادوشمار پولیس کی حراست میں ہونے والی عصمت دری کی تعداد کو کم شمار کرتے ہیں، اور عصمت دری کی شکار کچھ خواتین سماجی بدنامی اور اگر مرتکب پولیس افسر یا سرکاری اہلکار ہے تو انتقامی کارروائی کے خوف سے جرائم کی رپورٹ کرنے کو تیار نہیں تھے اگر مجرم کوئی پولیس افسر یا اہلکار تھا۔ اطلاعات ہیں کہ پولیس حکام نے بھی عصمت دری کا مقدمہ درج کرنے سے انکار کر دیا۔

جیل اور حراستی مرکز کے حالات

گنجائش سے زیادہ بھیڑ، ناکافی حفظان صحت کے حالات، اور طبی نگہداشت کے فقدان کی وجہ سے جیل کے حالات سخت اور جان لیوا تھے۔

توپین آمیز جسمانی حالات: جیلوں میں اکثر بہت زیادہ بھیڑ ہوتی تھی۔ 2022 انڈیا جسٹس رپورٹ (آئی جے آر) کے مطابق، 2021 میں جیلوں میں قبضے کی اوسط قومی شرح 130 فیصد تھی۔

جیلوں میں خوراک، طبی دیکھ بھال، صفائی ستھرائی اور ماحولیاتی حالات اکثر ناکافی تھے۔ پینے کا پانی ہمہ گیر سطح پر دستیاب نہیں تھا۔ جیلوں اور حراستی مراکز کے پاس فنڈ اور عملے کی کمی تھی، اور ان کے پاس کافی بنیادی ڈھانچہ نہیں تھا۔ قیدیوں کے ساتھ بعض اوقات جسمانی طور پر بدسلوکی کی جاتی تھی۔ قانون کے تحت نابالغوں کو بحالی کی سہولیات میں حراست میں رکھنے کی ضرورت تھی، لیکن بعض اوقات حکام نے نابالغوں کو بالخصوص دیہی علاقوں میں بالغ جیلوں میں ڈال دیا۔

انتظامیہ: ایسی اطلاعات تھیں کہ پولیس اور جیل حکام اکثر حراستی تشدد کی نگرانی کے لیے باقاعدہ جانچ کے لیے سپریم کورٹ کے حکم کی تعمیل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ تاہم، حکام نے قیدیوں کو قومی اور ریاستی انسانی حقوق کے کمیشنوں میں شکایات درج کرنے کی اجازت دی، لیکن کمیشن کے حکام کے اختیارات صرف سفارشات تک محدود ہیں۔ NHRC نے سال بھر قیدیوں سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی شکایات وصول کیں اور ان کی تحقیقات کی۔ سول سوسائٹی کے نمائندوں نے بتایا کہ کم قیدیوں نے شکایات درج کرائیں کیوں کہ انہیں جیل کے محافظوں یا اہلکاروں کی طرف سے انتقامی کارروائی کا خوف تھا۔

آزاد نگرانی NHRC: متعدد ریاستوں میں ریاستی جیلوں کی نگرانی کے لیے غیر اعلانیہ دورے کیے۔ نہ ہی NHRC اور نہ ہی بورڈ آف وزیٹرز کو، دونوں سرکاری ادارے ہیں جو آزادانہ طور پر کام کر رہے ہیں، اپنے اخذ کردہ نتائج کو عوامی طور پر جاری کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ NHRC کا دائرہ اختیار فوجی حراستی مراکز تک پھیلا ہوا نہیں ہے۔

د۔ جبری گرفتاری یا نظر بندی

قانون نے جبری گرفتاری اور نظر بندی پر پابندی عائد کی اور کسی بھی شخص کو اپنی گرفتاری یا نظر بندی کی قانونی حیثیت کو عدالت میں چیلنج کرنے کا حق فراہم کیا ہے۔ حکومت نے عام طور پر ان تقاضوں کا مشاہدہ کیا، لیکن من مانی گرفتاریوں کی متعدد رپورٹیں اور کئی ایسے واقعات ہیں جہاں پولیس نے گرفتاریوں کے عدالتی جائزوں کو ملتوی کرنے کے لیے خصوصی قوانین کا استعمال کیا۔ اطلاعات میں بتایا گیا ہے کہ قانونی تحفظات کی کمی اور زیادہ بوجھ اور کم وسائل والے عدالتی نظام کی وجہ سے طویل من مانی حراستیں ایک اہم مسئلہ بنی ہوئی ہیں۔

گرفتاری کا طریقہ کار اور زیر حراست افراد کے ساتھ سلوک

کسی گرفتار شخص کو گرفتاری کے 24 گھنٹوں کے اندر جج کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے بجز اس کے کہ حکام حفاظتی خطرات، دہشت گردی، یا شورش سے متعلق خدشات کے پیش نظر مشتبہ شخص کو حراستی قانون کے تحت نہ رکھیں۔ اگر پولیس کسی شخص کو احتیاطی حراست کے تحت حراست میں لیتی ہے، تو وہ اس شخص کو بغیر کسی الزام کے 30 دن تک اپنے پاس رکھ سکتی ہے، اور عدالت چارجز دائر کرنے سے پہلے 90 دنوں تک حراست میں رکھنے کی اجازت دے سکتی ہے۔ معیاری فوجداری طریقہ کار کے تحت اگر الزامات عائد نہیں کیے گئے ہیں تو، حکام کو 90 دنوں کے بعد ملزم کو ضمانت پر رہا کرنے کی ضرورت ہے۔ تاہم، عدالتیں اس مدت کو 180 دن تک بڑھا سکتی ہیں۔

نیشنل سیکورٹی ایکٹ نے پولیس کو ایسے افراد کو بغیر کسی الزام یا مقدمے کے ایک سال تک حراست میں رکھنے کی اجازت دی جنہیں سیکورٹی کے لیے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ پبلک سیفٹی ایکٹ صرف جموں و کشمیر پر لاگو ہوتا ہے اور حکام کو اجازت دیتا ہے کہ وہ افراد کو بغیر کسی الزام یا عدالتی نظرثانی کے دو سال تک حراست میں رکھ سکیں اور گھر والوں کو ملنے نہ دیں۔ فروری تک، پریس نے اطلاع دی کہ 2019 سے فروری تک جموں و کشمیر میں پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت 800 سے زیادہ افراد حراست میں لیے گئے، جن میں سال کے دوران حراست میں لیے گئے 22 افراد بھی شامل ہیں۔ ایسی اطلاعات تھیں کہ حکومت نے دو سال کی نظربندی کی میعاد ختم ہونے پر فوری طور پر نظربندی کے نئے احکامات جاری کیے، مؤثر طریقے سے بغیر کسی مقدمے کے غیر معینہ مدت کے لیے نظربند رکھنے کی اجازت دی گئی۔ وطن واپسی کے طریقہ کار کو مکمل کرنے میں تاخیر کی وجہ سے، غیر ملکی شہریوں کو اکثر اپنی سزا کی میعاد ختم ہونے کے بعد بھی قید میں رکھا جاتا ہے، اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن پر امیگریشن ایکٹ کے تحت بے ضابطہ داخلے یا قیام کے الزامات ہیں۔

قومی سلامتی ایکٹ نے خاندان کے اراکین اور وکلاء کو قومی سلامتی کی وجوہات کی بنا پر حراست میں لیے گئے افراد سے ملنے کی اجازت دی اور حکام کو پانچ دنوں کے اندر، یا غیر معمولی حالات میں 15 دن تک حراست کی بنیادوں کے بارے میں مطلع کرنے کی اجازت دی۔ انسانی حقوق کے کارکنوں نے ایسی مثالیں نوٹ کیں جہاں ان دفعات پر عمل نہیں کیا گیا۔

غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے قانون (UAPA) نے حکام کو شورش اور دہشت گردی سے متعلق مقدمات میں بغیر کسی الزام کے 180 دن تک لوگوں کو حراست میں رکھنے کا اختیار دیا ہے۔ UAPA میں خاص طور پر دہشت گردی کے مشتبہ افراد کے لیے ضمانت کی سخت شرائط تھیں۔ ریاستی حکومتوں نے بھی مبینہ طور پر UAPA کے تحت باضابطہ الزامات دائر کرنے سے پہلے طویل مدت کے لیے بغیر ضمانت کے لوگوں کو قید رکھا۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے تشویش کا اظہار کیا کہ مرکزی حکومت نے قومی سلامتی کی آڑ میں انسانی حقوق کے کارکنوں، اقلیتی گروپوں کے ارکان اور صحافیوں کو نشانہ بنا نے اور من مانی طور پر حراست میں لینے کے لیے UAPA کا استعمال کیا۔

آرمڈ فورسز اسپیشل پاورز ایکٹ (AFSPA) کے تحت، مرکزی حکومت ریاست یا مرکز کے زیر انتظام علاقے یا کسی بھی علاقے کے کسی حصے کو ایک شورش زدہ علاقہ قرار دے سکتی ہے، ریاست میں سیکورٹی فورسز کو قانون اور نظم کو برقرار رکھنے اور گرفتار کرنے کے لیے مہلک طاقت کے استعمال کا اختیار دے سکتی ہے۔ کوئی بھی شخص جس کے خلاف معقول شبہ موجود ہو، گرفتاری کے لیے زیر حراست 2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

شخص کو بتائے بغیر۔ قانون نے سیکوریٹی فورسز کو AFSPA کے تحت علاقوں میں ہونے والی کارروائیوں کے لیے دیوانی استغاثہ سے استثنیٰ بھی فراہم کیا۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے اس قانون کو ملک کے آئین کی خلاف ورزی قرار دیا اور اسے منسوخ کرنے کا مطالبہ جاری رکھا۔ وزارت داخلہ نے شمال مشرق میں سیکوریٹی کی صورتحال میں بہتری کا دعویٰ کرنے کے بعد اپریل میں آسام، مئی پور اور ناگالینڈ کے اضلاع میں AFSPA کے دائرہ اختیار کو کم کر دیا۔ AFSPA کے تحت ایک شورش زدہ علاقے کے طور پر نامزدگی ناگالینڈ کے دیگر حصوں، اروناچل پردیش کے کچھ حصوں، مئی پور اور آسام میں نافذ رہی، اور قانون کا ایک ورژن جموں و کشمیر میں نافذ العمل تھا۔

جبری گرفتاری: قانون نے جبری گرفتاری یا حراست سے منع کیا ہے۔ تاہم، پولیس نے مبینہ طور پر لوگوں کو من مانی طور پر گرفتار کیا، خاص طور پر UAPA کے تحت۔ پیپلز یونین فار سول لبرٹیز کے ایک مطالعے کے مطابق، UAPA نے 2015 اور 2020 کے درمیان 8,000 سے زیادہ گرفتاریاں کیں۔ پولیس کی جانب سے اپنی شناخت ظاہر کیے یا گرفتاری کے وارنٹ فراہم کیے بغیر حراست میں پوچھ گچھ کے لیے لوگوں کو حراست میں لینے کی اطلاعات ہیں۔ ایک این جی او کے جائزے کے مطابق 2014 اور 2020 کے درمیان 7,000 سے زیادہ افراد پر بغاوت کے الزامات لگائے گئے۔ 2021 میں پارلیمنٹ میں پیش کیے گئے حکومتی اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ 2014-2019 کے درمیان سالانہ دو سے زیادہ افراد کو بغاوت کا مجرم نہیں ٹھہرایا گیا۔ سپریم کورٹ کے مئی 2022 میں بغاوت کے قانون کو معطل کرنے کے فیصلے نے فوجداری بغاوت کے مقدمات کو روک دیا؛ یہ وقفہ سال کے دوران جاری رہا۔

2 فروری کو کیرالہ سے تعلق رکھنے والے صحافی صدیق کہن کو دو سال سے زیادہ قید کے بعد جیل سے رہا کیا گیا۔ سپریم کورٹ سمیت متعدد عدالتوں نے کہن کو کئی مجرمانہ الزامات میں ضمانت دی تھی۔ یوپی پولیس نے کہن اور طالب علم کارکن عتیق الرحمن کو 2020 میں ایک دلت خاتون کے ساتھ مبینہ اجتماعی عصمت دری کی تحقیقات کے لیے یوپی کے ہاتھرس جاتے ہوئے حراست میں لے لیا۔ کہن اور رحمن (دونوں مسلمان) کو گرفتار کیا گیا اور ان پر یو اے پی اے کے تحت بغاوت اور مختلف گروہوں کے درمیان مذہبی منافرت پھیلانے کا الزام عائد کیا گیا۔ میڈیا رپورٹس میں بتایا گیا کہ رحمان کو جون میں حراست سے رہا کیا گیا تھا۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے ان گرفتاریوں کو من مانی قرار دیتے ہوئے تنقید کی اور ان کی گرفتاریوں کو ان کی شناخت اور حاشیہ پر رہنے والے گروہوں کے لیے ان کی سرگرمی سے منسوب کیا گیا۔

31 اکتوبر کو، سپریم کورٹ نے اعلان کیا کہ وہ طالب علم اور انسانی حقوق کے کارکن عمر خالد کی ضمانت کی درخواست پر 22 نومبر کو سماعت کرے گا، جسے پھر جنوری 2024 تک ملتوی کر دیا گیا۔ یو اے پی اے کے تحت 2020 میں ان کی گرفتاری کے بعد سے ان کی ضمانت کی سماعت میں بار بار تاخیر ہوئی تھی۔ بین الاقوامی اور مقامی کارکنوں نے خالد کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ اسے 2020 سے بغیر کسی مقدمے کے من مانی طور پر حراست میں لیا گیا تھا۔

قبل از سماعت نظر بندی: مقدمے کی سماعت سے پہلے کی نظربندی من مانی اور طویل تھی، بعض اوقات مجرموں کو دی گئی سزا کی مدت سے بھی زیادہ۔ نیشنل کرائم ریکارڈز بیورو (این سی آر بی) کے اعداد و شمار کے مطابق 2021 کے آخر تک 427,165 قیدی ٹرائل کے منتظر تھے، جو ملک کی جیلوں کی کل 2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

آبادی کا 77 فیصد تھے۔ میڈیا نے رپورٹ کیا کہ جیل میں گنجائش سے زیادہ بھیڑ بھاڑ کی ایک وجہ قبل از سماعت قیدیوں کا بڑی تعداد میں جیلوں میں موجود ہونا ہے۔ این سی آر بی کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ مقدمے کی سماعت کے منتظر 70 فیصد افراد نے ضمانت حاصل کرنے سے پہلے تین ماہ سے زیادہ جیل میں گزارے۔ مقدمے کی سماعت سے پہلے کی نظر بندی نے غیر متناسب طور پر غریب اور پسماندہ گروہوں کو متاثر کیا جو اکثر ضمانت پوسٹ کرنے کے قابل نہیں تھے۔ اپریل میں، مرکزی حکومت نے کہا کہ وہ ایسے افراد کو مالی مدد فراہم کرے گی جو قانونی مشاورت، جرمانے یا ضمانت کی رقم کے متحمل نہیں ہیں۔

۵۔ منصفانہ پبلک ٹرائل سے انکار

قانون ایک آزاد عدلیہ فراہم کرتا ہے، اور حکومت عام طور پر عدالتی آزادی کا احترام کرتی ہے، لیکن عدالتی نظام کو تاخیر، گنجائش کے مسائل اور نچلی سطح پر بدعنوانی کے الزامات کا سامنا کرنا پڑا۔ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتیں عام طور پر سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلوں کی پابندی کرتی ہیں یہاں تک کہ عدالتوں کے فیصلے سرکاری موقف کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

تاہم، ملک کی عدالتی آزادی کے جائزوں کے مطابق، عاملہ نے، بعض صورتوں میں، اپنے اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے عدالتی تقریروں کو، جو اس کی نظر میں غیر موافق تھے، مسترد کرنے یا اس میں تاخیر کرنے کی کوشش کی۔ اکادمی کے ماہرین نے نوٹ کیا کہ حکومت نے ریٹائرمنٹ کے بعد تقریروں کی ترغیب کو ججوں پر اثر انداز ہونے کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ حکمران سیاسی جماعت کے حق میں فیصلے صادر کر سکیں۔ شہریتی ترمیمی قانون۔ سٹیزن شپ امینڈمنٹ ایکٹ (CAA) اور انتخابی بانڈز کی درستگی (2017) میں قائم کردہ گمنام سیاسی عطیات کا ایک نظام) جیسے کچھ معاملات سپریم کورٹ کے ڈاکٹ (عدالتی فیصلوں کا رجسٹر) میں کئی سالوں سے چل رہے تھے۔

مقدمے کی سماعت کا طریقہ کار

قانون نے منصفانہ اور عوامی مقدمے کی سماعت کا حق فراہم کیا ہے، بجز ان مقدمات کے جس میں سرکاری راز یا ریاستی تحفظ شامل ہو، اور عدلیہ عام طور پر اس حق کو نافذ کرتی ہے۔ عدالتی گنجائش نے بروقت ٹرائل کے حق میں رکاوٹ پیدا کی ہے۔ عدالتی نظام میں ججوں کے لیے کافی تعداد میں اسامیاں خالی تھیں، سنگین حد تک بوجھ پڑا ہوا تھا، اور کیس کو منظم کرنے کے جدید نظام کا فقدان تھا، جس کا نتیجہ اکثر انصاف میں تاخیر یا محرومی کی شکل میں برآمد ہوا۔ نیشنل جوڈیشیئل ڈیٹا گارڈ نے 25 اکتوبر تک عدالتی نظام میں کل 33.4 ملین سے زائد زیر التواء فوجداری مقدمات درج کئے۔ ان میں سے 8.5 ملین مقدمات پانچ سال سے زائد اور 3.1 ملین 10 سال سے زائد عرصے سے زیر التوا تھے۔ غیر حل شدہ فوجداری مقدمات کی مجموعی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا، ہر ماہ تقریباً 1.4 ملین نئے مقدمات قائم کیے گئے جب کہ تصفیے کی شرح تقریباً 1.2 ملین مقدمات رہی ہے۔

مدعا علیہان، سوائے ان لوگوں کے جن کے خلاف UAPA کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے، بے گناہی کے احتمال سے مستفید ہوئے۔ مدعا علیہان اپنے وکیل کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ آئین نے واضح کیا ہے کہ ریاست کو ایسے مدعا علیہان کو مفت قانونی مشاورت فراہم کرنی چاہیے جو اس کے متحمل نہ ہوں،

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

لیکن بعض اوقات عدالتی گنجائش کی مجبوریوں کی وجہ سے لائق وکیل تک رسائی محدود ہوتی ہے۔ مدعا علیہان کو الزام لگانے والوں کا سامنا کرنے اور اپنے گواہ اور ثبوت پیش کرنے کا حق تھا، لیکن بعض اوقات مدعا علیہان مناسب قانونی نمائندگی نہ ہونے کی وجہ سے اس حق کا استعمال نہیں کر پاتے۔ مارچ 2020 اور مارچ 2022 کے درمیان، IJR نے نمائندگی فراہم کرنے والے قومی طور پر منظور شدہ قانونی امداد کے کلینکس کی تعداد میں 66 فیصد سے زیادہ کمی کی اطلاع دی۔

سیاسی قیدی اور نظر بند

سیاسی قیدیوں یا نظر بندوں کی کوئی سرکاری رپورٹ نہیں تھی۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں، حاشیہ زدہ گروہوں اور اقلیتی سیاسی جماعتوں کے سیاسی قیدیوں کی متعدد رپورٹیں تھیں۔ انہوں نے استدلال کیا کہ دہشت گردی سے متعلق، ہتک عزت یا بغاوت کے جرائم میں گرفتار یا ان پر الزامات عائد کیے جانے والے سیاسی قیدی تھے، جنہیں اکثر ان کی تقریر، وکالت، یا حکومت پر غیر متشدد تنقید کے لیے گرفتار کیا گیا۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے نوٹ کیا کہ حکام نے ان قیدیوں کے لیے قانونی مشورے تک باقاعدہ رسائی نہیں دی اور مبینہ طور پر وکلا کے ساتھ قیدیوں کے ملاقات کی نگرانی کی۔

اگست میں، کشمیری علیحدگی پسندی کی وکالت کرنے والی جموں و کشمیر کی ایک تنظیم کل جماعتی حریت کانفرنس نے کہا کہ اس کے چیئرمین میر واعظ عمر فاروق نے بغیر کسی رسمی الزامات کے گھر میں نظربندی کے چار سال مکمل کر لیے۔ حکومت نے فاروق کے زیر حراست ہونے کی تردید کی۔

و۔ بین الاقوامی جبر

ایسی اطلاعات تھیں کہ حکومت صحافیوں، ڈائس پورا آبادی کے اراکین، سول سوسائٹی کے کارکنوں، اور انسانی حقوق کے محافظوں کے خلاف بین الاقوامی جبر میں ملوث ہے۔

بیرون ملک قتل، اغوا، جبری واپسی، یا تشدد کی دھمکیوں کے دیگر تشدد:

حکومت پر دیگر حکومتوں، ڈائیسپورا برادریوں، اور انسانی حقوق کے گروہوں کی طرف سے الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے انتقامی کارروائی کے لیے لوگوں کو قتل کیا، یا تشدد کا استعمال کیا یا دوسرے ممالک میں افراد کے خلاف تشدد کی دھمکیاں دیں۔ 18 ستمبر کو، کینیڈا کے وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو نے اعلان کیا کہ ان کی حکومت ہندوستانی حکومت کے ایجنٹوں کے درمیان تعلق اور ایک سکھ کینیڈین شہری، ہر دیپ سنگھ نجار کے قتل کے الزامات کی تحقیقات کر رہی ہے، جس پر ہندوستانی حکومت نے الزام لگایا اور اسے دہشت گرد قرار دیا جو خالصتان کے نام سے ایک آزاد سکھ ریاست کے قیام کی وکالت کر رہا تھا۔ بھارتی حکومت نے کسی بھی طرح سے ملوث ہونے کی تردید کی۔

دھمکیاں، ہراساں کرنا، نگرانی، اور جبر: سول سوسائٹی کی تنظیموں، ڈائیسپورا آبادی کے اراکین، اور ملک سے باہر کام کرنے والے اور انسانی حقوق کی وکالت کرنے والے صحافیوں نے دھمکیوں، ہراساں کرنے، جبری نگرانی، اور جبر کا سامنا کرنے کی اطلاع دی، بشمول آن لائن، جس کی وجہ انہوں نے حکومت سے منسوب

کی یا ایسے افراد سے جن کا تعلق حکومت سے ہے۔ انہوں نے رپورٹ کیا کہ ان کی انسانی حقوق کی سرگرمیوں کی وجہ سے ہندوستان میں ان کے کچھ خاندانوں، دوستوں، یا ساتھیوں کو بھی مقامی حکام کی طرف سے ہراساں اور دباؤ کا سامنا کرنا پڑا۔

انہوں نے نوٹ کیا کہ ان سرگرمیوں کی وجہ سے ان کی وکالت کی کوششوں پر "خوفناک اثر" پڑا نیز یہ ہندوستان میں ان کے اور ان کے خاندانوں کے خلاف انتقامی کارروائیوں کے خوف کی وجہ سے سیلف سنسرشپ کا سبب بنا۔

سول سوسائٹی کے رہنماؤں نے ہندوستان میں سوشل میڈیا اکاؤنٹس اور ہمیشہ ٹیگز کو بلاک کرنے، پوسٹ ہٹانے کی درخواستیں، اور ملک میں سازشی نظریات کا پھیلاؤ انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کے فروغ کے لیے کام کرنے والے ڈائسپورا اراکین کے خلاف بین الاقوامی جبر کی مثالیں ہیں۔ مثال کے طور پر، 14 اکتوبر کو، X (سابقہ ٹوئٹر) پر ہندوز فار ہیومن رائٹس اور انڈین امریکن مسلم کونسل کے اکاؤنٹ کو ملک میں روک دیا گیا جب یہ نوٹ کیا گیا کہ X کو حکومت کی جانب سے ہٹانے کا قانونی مطالبہ موصول ہوا۔ حکومت نے دعویٰ کیا کہ دونوں اکاؤنٹ نے انفارمیشن ٹیکنالوجی ایکٹ کی خلاف ورزی کی ہے۔ ان دونوں اکاؤنٹ کو بلاک کرنے کا فیصلہ کابینہ کی وزیر اسمرتی ایرانی اور بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے آئی ٹی سیل کے سربراہ امیت مالویہ کے عوامی طور پر یہ دعویٰ کرنے کے بعد ہوا کہ ہندوز فار ہیومن رائٹس کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر سنیٹا وشواناتھ بشر دوست جارج سوروس کی جانب سے مبینہ طور پر 'ہندوستان کو تباہ' کرنے کے لیے کام کر رہی ہیں نیز یہ کہ انڈین امریکن مسلم کونسل نیو جرسی کے صدر تنظیم انصاری کا مبینہ طور پر پاکستان میں قائم جماعت اسلامی سے تعلق ہے۔ اکتوبر میں دونوں تنظیموں کے X اکاؤنٹ بلاک کیے جانے کے بعد، مالویہ نے اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر ان دعوؤں کی تجدید کی۔

ز۔ جائیداد کی ضبطی اور بحالی

ایسی متعدد رپورٹیں تھیں کہ حکومت نے میونسپل قواعد و ضوابط میں غیر قانونی ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے لوگوں کو ان کی رہائش گاہوں سے بے دخل کیا، ان کی املاک ضبط کیں، یا بغیر کسی کارروائی یا مناسب معاوضے کے گھروں اور دکانوں کو بلڈوز سے زمین بوس کر دیا۔ سول سوسائٹی کی ایک تنظیم کا تخمینہ ہے کہ حکومت نے مارچ 2020 سے جولائی 2021 کے درمیان کم از کم 43,000 مکانات کو مسمار کیا اور ساتھ ہی اس عرصے کے دوران ہر گھنٹے میں تقریباً 21 افراد کو بے دخل کیا۔

انسانی حقوق کے کارکنوں نے اطلاع دی ہے کہ کچھ ریاستی حکومتوں نے مسلم کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے کھلے ناقدین کو نشانہ بنایا، بالخصوص احتجاج یا فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات کے بعد، بلڈوزر کا استعمال کر کے میونسپل کے بھانے ان کے گھروں اور ذرائع معاش کو تباہ کیا۔

ہریانہ میں 31 جولائی اور 1 اگست کو ہندو اور مسلم برادریوں کے درمیان فرقہ وارانہ جھڑپوں کے بعد، مقامی اہلکاروں نے مسلم اکثریتی ضلع میں مکانات کو مسمار کر دیا، انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ مکانات

فرقہ وارانہ تشدد کے مرتکب افراد کے زیر استعمال تھے اور یہ سرکاری زمین پر غیر قانونی طور پر تعمیر کیے گئے تھے۔

7 اگست کو، پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ نے ہریانہ کی ریاستی حکومت کو انہدام روکنے کا حکم دیا۔ عدالت نے سوال کیا کہ کیا یہ مسماری مسلم کمیونٹی کے ارکان کے خلاف "نسلی صفائی کی مشق" تھی۔ سپریم کورٹ نے ایک الگ حکم جاری کرتے ہوئے مرکزی اور ریاستی حکومت کو حکم دیا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ احتجاج پر امن رہے اور مسلمانوں کے کاروبار کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ کو "ناقابل قبول" قرار دیا۔ ریاستی حکومت نے دعویٰ کیا کہ مسماری قانون کی تعمیل میں کی گئی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے مسماری کی بڑے پیمانے پر تنقید کی، یہ نوٹ کرتے ہوئے کہ بلڈوزر ایک "بڑا ماورائے عدالت آلہ" بن گیا ہے جو اقلیتی فرقے کے گھروں، کاروبار اور عبادت گاہوں کو تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ UAPA اور J&K کے مخصوص پبلک سیفٹی ایکٹ دونوں نے حکومت کو محدود قانونی عمل یا حفاظتی اقدامات کے ساتھ جائیداد ضبط کرنے کی اجازت دی ہے۔

ح۔ رازداری، خاندان، گھر، یا خط و کتابت کے ساتھ من مانی یا غیر قانونی مداخلت

اگرچہ آئین میں رازداری (پرائیویسی) کا واضح حق موجود نہیں تھا، سپریم کورٹ نے 2017 میں فیصلہ دیا کہ رازداری ایک "بنیادی حق" ہے، لیکن ایسی اطلاعات تھیں کہ حکومت بعض اوقات اس حق کا احترام کرنے میں ناکام رہی۔ قانون کے تحت پولیس کو تلاشی اور ضبطی کے لیے وارنٹ حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، سوائے ان معاملات کے جن میں اس طرح کی کارروائیاں غیر ضروری تاخیر کا باعث بنتی ہیں۔ پولیس کو جرم کے دائرہ اختیار کے ساتھ قریبی مجسٹریٹ کو تحریری طور پر بغیر وارنٹ تلاشیوں کا جواز پیش کرنا تھا۔

ایسی اطلاعات تھیں کہ سرکاری حکام نے ذاتی مواصلات تک رسائی حاصل کی، جمع کی، یا لوگوں کی پرائیویسی میں مداخلت کرنے کے لیے من مانی یا غیر قانونی طور پر استعمال کیا۔ قوانین نے حکومت کو ملک کی خودمختاری اور سالمیت، ریاست کی سلامتی اور غیر ملکی ریاستوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کے تحفظ کے لیے کالوں کو انٹرسپٹ کی اجازت دی۔ امن عامہ کو برقرار رکھنے کے لیے؛ اور کسی جرم کے ارتکاب کو روکنے کے لیے۔ حکومت نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یا باضابطہ طور پر قائم کردہ طریقہ کار کی نگرانی کرنے سے انکار کیا۔

مارچ میں، پریس نے رپورٹ کیا کہ حکومت مبینہ طور پر NSO گروپ کے ساتھ اپنے مبینہ معاہدے کو تبدیل کرنے کے لیے نئے سپائی ویئر کنٹریکٹس حاصل کرنے اور ان پر 120\$ ملین تک خرچ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ حکومت نے NSO گروپ کے صارف ہونے کا اعتراف نہیں کیا، لیکن انسانی حقوق کے کارکنوں نے رپورٹ کیا کہ حکومت نے مخالف سیاست دانوں، صحافیوں اور دیگر دلچسپی رکھنے والے افراد کے خلاف سپائی ویئر ٹولز کا استعمال کیا۔ اکتوبر میں، میڈیا نے حزب اختلاف کی سیاسی جماعتوں کے ارکان کی اطلاع دی کہ انہیں ایپل کی جانب سے انتباہی پیغامات موصول ہوئے ہیں کہ انہیں ریاستی سرپرستی میں حملہ آوروں کی طرف سے نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے وزیر کے دفتر نے

ان الزامات پر تشویش کا اظہار کیا اور کہا کہ حکومت نے ایپل سے اس معاملے کی تحقیقات میں شامل ہونے کی درخواست کی۔

اگست میں، حکومت نے ڈیجیٹل پرسنل ڈیٹا پروٹیکشن ایکٹ پاس کیا، یہ نوٹ کرتے ہوئے کہ اس کا مقصد ذاتی ڈیٹا کی حفاظت کرنا تھا۔ سول سوسائٹی اور میڈیا تنظیموں نے حکومت کو تحفظات سے مستثنیٰ قرار دینے پر تنقید کی جو سپریم کورٹ کے ذریعہ تسلیم شدہ رازداری کے حق کا تحفظ کرتے ہیں۔

UAPA نے مبینہ طور پر دہشت گردی کے مقدمات میں مداخلت شدہ مواصلات سے حاصل ہونے والے شواہد کے استعمال کی بھی اجازت دی۔ جموں و کشمیر، پنجاب اور مئی پور میں سیکورٹی اہلکاروں کے پاس بغیر وارنٹ تلاش کرنے اور گرفتار کرنے کے لیے خصوصی اختیارات تھے۔

ط. تنازعات سے متعلق استحصال

ملک کی مسلح افواج، انفرادی ریاستوں کی سلامتی افواج، اور نیم فوجی دستے شمال مشرقی ریاستوں اور جموں و کشمیر میں دہشت گرد جماعتوں کے ساتھ اور ملک کے شمالی، وسطی اور مشرقی حصوں میں ماؤ نواز دہشت گردوں کے ساتھ برسر پیکار ہیں۔ ان علاقوں میں تشدد کی شدت میں کمی کا سلسلہ جاری ہے۔ فوج اور سلامتی افواج شمال مشرقی ریاستوں، جھارکھنڈ اور بہار میں تعینات رہیں۔ جموں و کشمیر میں بھی مسلح افواج اور پولیس دہشت گرد جماعتوں کے ساتھ برسر پیکار ہیں۔

ایسی اطلاعات تھیں کہ ان علاقوں میں سرکاری سلامتی افواج نے ماورائے عدالت قتل کیا۔ انسانی حقوق کی جماعتوں کے مطابق پولیس نے بعض اوقات لاشیں حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ حکام نے مسلح افواج سے حراست میں ہونے والی اموات کی اطلاع NHRC کو دینے کا تقاضا نہیں کیا۔ ان حالات سے پیدا ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تحقیقات اور قانونی کارروائیاں بہت کم ہوئیں۔

قتل: کچھ اطلاعات تھیں کہ حکومتی سلامتی افواج نے دہشت گرد تنظیموں کے خلاف کارروائیوں کے دوران شہریوں کو ہلاک کیا، جن کے بارے میں حکومت نے نوٹ کیا کہ یہ غیر ارادی اموات تھیں، جن میں غیر ملوث افراد بھی شامل تھے۔ جموں و کشمیر میں، دہشت گردوں نے مبینہ طور پر نو شہریوں کو ہلاک کیا۔

14 اپریل کو، وزارت دفاع کے عسکری امور کے محکمے نے ناگالینڈ پولیس کو 30 فوجی کمانڈوز کے خلاف مقدمہ چلانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا جن پر 2021 میں ناگالینڈ کے ایک گاؤں اوٹنگ میں ایک "مضبوط" انسداد بغاوت آپریشن میں 13 شہریوں کو ہلاک کرنے کا الزام تھا۔ یہ افراد اس وقت مارے گئے جب متاثرین کی شناخت غلطی سے باغیوں کے طور پر ہو گئی۔

حکومت نے ریاست مئی پور میں مئی میں شروع ہونے والے تشدد پر قابو پانے کے لیے سلامتی افواج بشمول فوج کو تعینات کیا۔ 3 مئی سے 15 نومبر کے درمیان کوکی اور میتی نسلی گروہوں کے درمیان تشدد کے

نتیجے میں کم از کم 175 افراد ہلاک اور 60,000 سے زیادہ متاثرین اندرونی طور پر بے گھر ہوئے۔ تشدد میں مبینہ طور پر سینکڑوں گھر، کاروبار اور عبادت گاہوں کو نذر آتش یا تباہ کر دیا گیا۔

یہ تناؤ اس وقت بڑھ گیا جب درج فہرست قبائل کا درجہ حاصل کرنے کے لیے میتی کمیونٹی کے مطالبے کے حوالے سے منی پور ہائی کورٹ نے 19 اپریل کو ریاستی حکومت کا حکم نامہ جاری کیا جس کی رو سے کوکیوں کو سرکاری طور پر نامزد قبائلی برادری کے طور پر حاصل ہونے والی زمین اور دیگر مراعات کو ممکنہ طور پر خطرہ لاحق ہو گیا۔

یہ تشدد منی پور ہائی کورٹ کے حکم نامے کے خلاف 3 مئی کو کوکی برادری کی احتجاجی ریلی کے بعد سامنے آیا۔ بعد ازاں سپریم کورٹ نے اس حکم نامے کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ 2 جولائی کو ایک میتی ہجوم نے مبینہ طور پر ضلع چورا چند پور میں کوکی برادری تعلق رکھنے والے دیہاتی ڈیوڈ تھیک کا سر قلم کر دیا۔ حکومت نے مبینہ طور پر تشدد کا جواب دینے کے لیے فوج اور 62 نیم فوجی دستوں کو تعینات کیا۔ تحقیقات کے مقدمات درج کیے گئے لیکن 1 دسمبر تک کوئی مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ انسانی حقوق کے لیے سرگرم مقامی تنظیموں، اقلیتی سیاسی جماعتوں، اور متاثرہ برادریوں نے قومی حکومت پر تشدد کو روکنے اور انسانی امداد فراہم کرنے میں تاخیری کارروائی پر تنقید کی۔

سپریم کورٹ نے تشدد کو روکنے میں مرکزی حکومت اور منی پور ریاستی حکومت کی ناکامی پر تنقید کی اور خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات کی تحقیقات کے لیے ایک پولیس اہلکار اور ریٹائرڈ سینئر ججوں کے ایک پینل کو انسانی امداد کی فراہمی اور گھروں اور عبادت گاہوں کی تعمیر نو کو یقینی بنانے کے لیے مقرر کیا۔ 4 ستمبر کو، اقوام متحدہ کے ماہرین نے حکومت پر زور دیا کہ وہ امدادی سرگرمیاں تیز کرے اور تشدد کی کارروائیوں کی تحقیقات کے لیے بروقت ایکشن لے، قصورواروں کو جوابدہ ٹھہرائے، نیز میتی، کوکی اور دیگر متاثرہ برادریوں کے درمیان مفاہمت کے عمل کو فروغ دے۔

ریاست گجرات میں 2002 میں ہونے والے فرقہ وارانہ تشدد سے وابستہ مسلمانوں کے قتل کے مقدمات میں کئی افراد کو بری کر دیا گیا تھا۔ 13 جون کو ممبئی کی ایک عدالت نے مفت گوہل اور ہرشد سولنکی کو 2002 میں بڑودہ میں بیسٹ بیکری فسادات کے مقدمے میں ان کے کردار کے لیے بری کر دیا جس میں 11 مسلمان اور تین افراد مارے گئے تھے۔ 20 اپریل کو، گجرات کی ایک عدالت نے نرودا گام قتل عام کے تمام 67 ملزمان کو بری کر دیا جہاں 2002 کے گجرات فسادات کے دوران 11 مسلمان مارے گئے تھے۔ نرودا گام کیس اسی وقت پیش آیا جب نرودا پاتیا میں 97 مسلمانوں کا قتل ہوا، جس میں گجرات ہائی کورٹ نے 29 ملزمان میں سے 12 کی سزا کو برقرار رکھا۔ 25 جنوری کو، گجرات کی ایک مقامی عدالت نے گجرات 2002 کے فرقہ وارانہ فسادات کے دوران ڈیلول گاؤں میں 17 مسلمانوں کو قتل کرنے اور ان کی لاشوں کو جلانے کے الزام میں 14 افراد کو بری کر دیا۔

اغوا: انسانی حقوق کے گروپوں نے برقرار رکھا کہ باغی گروپوں نے چھتیس گڑھ، منی پور، اور جموں و کشمیر میں لوگوں کو اغوا کیا۔

11 مئی کو، مشتبہ کوکی عسکریت پسندوں نے مبینہ طور پر مئی پور کے چورا چند پور ضلع میں نسلی تشدد کے دوران تین میتیوں کو اس وقت اغوا کر لیا جب عسکریت پسند چاول لینے کے لیے تورینگ بنگلہ گاؤں گئے تھے۔

جسمانی استحصال، سزا اور تشدد: مئی پور میں تشدد کے تناظر میں، میڈیا نے رپورٹ کیا کہ تشدد کے دوران کئی خواتین کی عصمت دری کی گئی اور انہیں زد و کوب کیا گیا، جن میں دو کوکی خواتین بھی شامل ہیں جنہیں برہنہ حالت میں ننگا گھمایا گیا اور 4 مئی کو کنگ پوکی ضلع میں میتی ہجوم کے ذریعہ مبینہ طور پر اجتماعی عصمت دری کی گئی۔ وزیر اعظم نریندر مودی نے اس واقعہ کو ”شرمناک“ قرار دیتے ہوئے اس کیس پر کارروائی پر زور دیا۔ نومبر تک، اس واقعے میں ملوث ہونے کے الزام میں سات افراد کو گرفتار کیا جا چکا تھا۔

تنازعات سے متعلق دیگر استحصال: 5 اکتوبر کو مئی پور میں انسانی حقوق کے محافظ ببلو لوئٹنگ بام کے گھر کو ایک ہجوم نے تباہ کر دیا۔ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ہائی کمشنر کے دفتر نے لوئٹنگ بام کے خلاف دھمکیوں پر تشویش کا اظہار کیا اور حکام سے ان کی اور ان کے خاندان کو تحفظ فراہم کرنے پر زور دیا۔

سیکشن 2. شہری آزادی کا احترام

الف۔ اظہار رائے کی آزادی، بشمول پریس اور دیگر میڈیا اراکین کے لیے

افراد نے آن لائن پلیٹ فارموں، ٹیلی ویژن، ریڈیو، یا پرنٹ میڈیا کے ذریعے حکومت پر عوامی اور نجی طور پر تنقید کرتے ہوئے اظہار رائے کی آزادی کا استعمال کیا، لیکن ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں جن میں حکومت یا حکومت کے قریبی سمجھے جانے والے عاملین نے حکومت پر تنقید کرنے والے میڈیا اداروں پر مبینہ طور پر دباؤ ڈالا یا ہراساں کیا جس میں آن لائن ٹرولنگ بھی شامل ہے۔ حکومت کے خلاف تنقیدی خیالات کا اظہار کرنے والی میڈیا تنظیموں اور انفرادی صحافیوں کو بعض اوقات گرفتار کیا گیا، دھمکیاں دی گئیں یا انہیں خوف میں مبتلا کیا گیا۔ پولیس نے صحافیوں کے کام کی جگہوں اور گھروں پر چھا پے مارے اور ٹیلی فون، لیپ ٹاپ اور دیگر آلات ضبط کر لیے۔ دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کی جانب سے حکومت پر تنقید کرنے والے صحافیوں کے خلاف قتل، تشدد اور دھمکیاں دینے کی بھی اطلاعات تھیں۔

ہیومن رائٹس واچ کی عالمی رپورٹ 2023 کے مطابق، "حکام نے سول سوسائٹی کے کارکنوں اور آزاد صحافیوں کو سیاسی طور پر محرک مجرمانہ الزامات کا استعمال کرتے ہوئے جس میں دہشت گردی بھی شامل ہے، خاموش کرنے کی کوششیں تیز کر دیں، حکومتی خلاف ورزیوں کو بے نقاب کرنے یا تنقید کرنے والوں کو جیل بھیج دیا گیا۔ حکومت نے انسانی حقوق کے لیے سرگرم جماعتوں، سیاسی مخالفین اور دیگر کو ہراساں کرنے کے لیے غیر ملکی فنڈنگ کے ضوابط اور مالی بے ضابطگیوں کے الزامات کو استعمال کیا۔ حکام نے حکومت پر تنقید کرنے والے کارکنوں اور صحافیوں کو بیرون ملک سفر کرنے سے روکنا بھی جاری رکھا۔ رپورٹرز وڈاؤٹ بارڈرز (RSF) نے اپنے 2023 ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس میں پایا کہ

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ
ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

"صحافیوں کے خلاف تشدد، سیاسی متعصب میڈیا، اور میڈیا کی ملکیت کا ارتکاز یہ سب ظاہر کرتے ہیں کہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں آزادی صحافت بحران کا شکار ہے۔"

اظہار رائے کی آزادی: آزاد میڈیا فعال تھا اور عام طور پر مختلف قسم کے خیالات کا اظہار کرتا تھا جس میں حکومت کے خلاف سخت تنقیدیں بھی شامل ہیں، اگرچہ کچھ میڈیا اداروں کو بڑھتی ہوئی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قانون میں ایسے مواد کی ممانعت ہے جو مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچا سکتا ہے یا گروہوں کے درمیان دشمنی کو ہوا دے سکتا ہے، اور حکام نے پرنٹ میڈیا؛ بروڈکاسٹ میڈیا؛ ڈیجیٹل میڈیا پلیٹ فارموں بشمول اسٹریمنگ سروسز؛ اور کتابوں کی اشاعت و تقسیم کو محدود کرنے کے لیے ان قانونی شقوق کا استعمال کیا۔ قومی پرچم کو مسخ کرنے یا اس کی بے حرمتی پر تین سال تک قید کی سزا تھی۔

14 فروری کو محکمہ انکم ٹیکس نے بی بی سی کے دہلی اور ممبئی کے دفاتر کی 60 گھنٹے تک تلاشی لی۔ یہ تلاشی کارروائی بی بی سی کی ایک دستاویزی فلم کی جنوری میں ریلیز کے فوراً بعد ہوئی جس میں الزام لگایا گیا تھا کہ وزیر اعظم مودی نے ریاست میں 2002 کے فسادات کے دوران گجرات کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ کے طور پر کردار ادا کیا تھا جس میں 2,000 سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے تھے، جن میں زیادہ تر مسلمان تھے۔ اگرچہ ٹیکس حکام نے اس تلاش کو بی بی سی کی ٹیکس ادائیگیوں اور ملکیت کے ڈھانچے میں بے ضابطگیوں سے منسوب قرار دیا، تاہم حکام نے ان صحافیوں کی بھی تلاشی لی اور سامان ضبط کر لیا جو تنظیم کے مالیاتی عمل میں شامل نہیں تھے۔ حکومت نے دستاویزی فلم کی اسکریننگ پر پابندی عائد کرنے کے لیے ہنگامی طاقتوں کی دہائی دی، میڈیا کمپنیوں کو ویڈیو کے لنکس ہٹانے پر مجبور کیا، اور ان طلبا مظاہرین کو حراست میں لے لیا جنہوں نے ویڈیو دیکھنے کی تقریب کا اہتمام کیا تھا۔

ملک میں نیوز آرگنائزیشنز نے الزام لگایا کہ میڈیا تنظیموں پر حکومت کرنے والے مالیاتی ضوابط پیچیدہ اور تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں، جس کی مکمل تعمیل کرنا مشکل ہے۔ اس نے حکومت کو، ان کے خیال میں، ان ضوابط کو منتخب طور پر نافذ کرنے کے قابل بنایا جب خبر رساں ادارے حکومت پر تنقید کر رہے تھے۔ جموں و کشمیر میں صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کے بارے میں متعدد رپورٹوں کی تحقیقات کی جا رہی ہیں، 2019 سے اب تک کم از کم 35 صحافیوں کو حملوں، پولیس تفتیش، چھاپوں، من گھڑت مقدمات اور نقل و حرکت پر پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

20 مارچ کو، ہیومن رائٹس واچ نے کہا کہ قومی تحقیقاتی ایجنسی (نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی) کے ذریعے کشمیری صحافی عرفان مہراج کی 2021 میں گرفتاری UAPA کے تحت جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کے محافظوں اور صحافیوں کے خلاف جاری جبر مسلسل کی علامت ہے۔ این جی او آر ایف کے ہیومن رائٹس نے کشمیری انسانی حقوق کے محافظ خرم پرویز کی رہائی کا مطالبہ جاری رکھا، جنہیں 2021 میں گرفتار کیا گیا تھا، جو ابھی یعنی 4 دسمبر تک جیل میں ہیں۔ پریس نے رپورٹ دی کہ صحافی فہد شاہ (2022 میں گرفتار) کو 23 نومبر کو ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ جموں و کشمیر کی ہائی کورٹ نے کہا کہ خصوصی تحقیقاتی ایجنسی کے پاس شاہ پر دہشت گردی کا مقدمہ چلانے کے ثبوت کی کمی ہے۔

تشدد اور ہراسانی: صحافیوں اور این جی اوز کی طرف سے ایسی اطلاعات سامنے آئی ہیں کہ مقامی اور قومی سطح پر سرکاری اہلکاروں نے جسمانی طور پر ہراساں نیز حملے کرکے، مالکان پر دباؤ ڈال کر، اسپانسر کو نشانہ بنا کر، فضول مقدمات کی حوصلہ افزائی کرکے، کچھ علاقوں میں مواصلاتی خدمات جیسے کہ موبائل ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کو مسدود کرکے، اور نقل و حرکت کی آزادی کو محدود کرکے ذرائع ابلاغ کے اداروں کو ڈرایا دھمکایا۔ این جی اوز نے الزام لگایا کہ حکومت پر تنقید کرنے والے صحافیوں کو ڈرانے کے لیے فوجداری مقدمات اور تحقیقات کا استعمال کیا گیا۔ آن لائن اور موبائل پر ہراساں کرنا عام تھا، اور انٹرنیٹ ٹرولنگ کی رپورٹوں میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا، خاص طور پر خواتین صحافیوں کو نشانہ بنایا گیا۔ بعض صورتوں میں، پولیس نے گمنام سوشل میڈیا صارفین کی فراہم کردہ معلومات کو صحافیوں کے خلاف مجرمانہ کارروائی شروع کرنے کے لیے عذر کے طور پر استعمال کیا۔

RSF 2023 ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس نے ملک کو "میڈیا کے لیے دنیا کے خطرناک ترین ممالک میں سے ایک" کے طور پر بیان کیا ہے، جہاں ہر سال اوسطاً تین سے چار صحافی اپنے کام کے سلسلے میں پولیس، سیاسی کارکنوں، جرائم پیشہ گروہوں اور مقامی حکام کے ذریعے مارے جاتے ہیں۔ RSF کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ صحافیوں کے خلاف تشدد، سیاسی طور پر متعصب میڈیا کا بڑھتا ہوا منظرنامہ نیز حکومتی اتحادی کاروباری مفادات کے ہاتھوں میں میڈیا کی ملکیت کا ارتکاز نے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں آزادی صحافت کے "بحران" کو جنم دیا۔ اس نے نوٹ کیا کہ کشمیر میں نامہ نگاروں کو اکثر پولیس اور نیم فوجی دستوں نے ہراساں کیا اور کچھ کو کئی سالوں تک "عارضی" حراست میں رکھا گیا۔

3 مئی کو پولیس نے فری لانس صحافی ساکشی جوشی کو گرفتار کر کے حراست میں لے لیا جب وہ دہلی میں پہلوانوں کے احتجاج کی کوریج کر رہی تھیں۔ خواتین اہلکاروں نے جوشی کو دھکیل دیا اور پولیس بس میں دھکیلنے سے پہلے اس کے کپڑے پھاڑ دیے۔ پولیس نے جوشی کو تقریباً ایک گھنٹے تک حراست میں رکھا، پھر اسے بغیر کسی الزام کے چھوڑ دیا۔ میڈیا اداروں نے واقعے میں ملوث پولیس اہلکاروں کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ کیا۔

22 مئی کو، مئی پور کی ریاستی سلامتی افواج نے مبینہ طور پر فسادات اور آتش زنی کی فوٹیج ریکارڈ کرنے پر تین صحافیوں - مامی ٹی وی سے سورم انوبا اور نونگتھمبیم جانسن اور نیوز ایجنسی اے این آئی کے برہمچاریمیم دیانند پر حملہ کیا۔ سلامتی افواج نے صحافیوں کو ایک عمارت سے گھسیٹ لیا، ان کے کپڑے پھاڑ دیے اور لاتھیوں سے مارا۔ مئی پور کے حکام نے دعویٰ کیا کہ صحافیوں نے حکومت کے زیر انتظام ڈرون پر پتھراؤ کیا، جس کی صحافیوں نے تردید کی۔ پریس اور دیگر میڈیا کے اراکین کے لیے سینسرشپ یا مواد کی پابندیاں، بشمول آن لائن میڈیا: پریس اور دیگر میڈیا کو بعض اوقات ادارتی آزادی حاصل تھی، لیکن حکومت نے وسیع تر عوامی اور قومی مفاد کی دفعات کی بنیاد پر مواد کو محدود کر دیا۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے خدشہ ظاہر کیا کہ حکومت حامی کاروباری مفادات کے میڈیا اداروں میں حصص خریدنے سے میڈیا کی آزادی کے ساتھ سمجھوتہ ہوسکتا ہے۔ پریس اور دیگر ذرائع ابلاغ نے مبینہ طور پر حکومتی انتقامی کارروائیوں کے خوف سے سیلف سنسرشپ پر عمل کیا۔ 17 جنوری کو، الیکٹرانکس اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وزارت نے اپنے انفارمیشن ٹیکنالوجی رولز 2021 میں ایک ترمیم

متعارف کرائی جس نے حکومت کے پریس انفارمیشن بیورو کو خبروں کی صداقت کا تعین کرنے اور "جعلی" یا قابل اعتراض مواد کو ہٹانے کا حکم دینے کا اختیار دیا۔ یہ ترمیم اپریل میں نافذ العمل ہوئی۔

حکومت نے اے ایم ریڈیو اسٹیشنوں پر اجارہ داری برقرار رکھی، نشریات کو سرکاری ملکیت والے آل انڈیا ریڈیو تک محدود کر دیا، اور ایف ایم ریڈیو لائسنس کو تفریحی اور تعلیمی مواد تک محدود کر دیا۔ ریاستی حکومتوں نے ایسے مواد والے منتخب کتابوں کی درآمد یا فروخت پر پابندی عائد کر دی جو سرکاری افسران کے خیال میں کو اشتعال انگیز تھے یا جن کے اندر فرقہ وارانہ یا مذہبی کشیدگی کو ہوا دینے کی امکانی قوت موجود تھی۔

29 جولائی کو، سیاسی تجزیہ کار بدری شیشادری کو تمل ناڈو پولیس نے چنئی میں ایک یوٹیوب ویڈیو میں چیف جسٹس آف انڈیا، ڈی وائی چندرچوڑ پر منی پور میں تشدد کو کم کرنے سے متعلق عدالتی اقدامات پر تنقید کرنے کے لیے گرفتار کر لیا تھا۔

توپین/بہتان کے قوانین: اہانت اور بہتان مجرمانہ جرم تھے۔ حکومت نے ان قوانین کو عوامی بحث کو محدود کرنے اور صحافیوں، حاشیہ زدہ گروہوں کے اراکین اور سیاسی مخالفین کے خلاف انتقامی کارروائیوں کے لیے استعمال کیا۔ جولائی میں، میڈیا نے اطلاع دی کہ مہاراشٹرا پولیس نے توپین آمیز مذہبی مواد کے لیے سوشل میڈیا صارفین کے خلاف گزشتہ دو سالوں میں 600 سے زیادہ اہانت اور بہتان کے مقدمات درج کیے ہیں۔ جون میں، کرناٹک ہائی کورٹ نے X (سابقہ ٹویٹر) کے ذریعہ 2022 میں حکومت کے خلاف کچھ سوشل میڈیا اکاؤنٹس کو بلاک کرنے کے اس کے حکم کے بارے میں دائر مقدمے کو خارج کر دیا۔ عدالتی حکم میں حکومتی احکامات پر عمل نہ کرنے پر جرمانہ بھی عائد کیا گیا۔

قومی سلامتی: حکام نے حکومت کے ناقدین کو گرفتار کرنے یا سزا دینے کے لیے دہشت گردی کے خلاف قوانین کا استعمال کیا یا قومی سلامتی کے تحفظ حوالہ دیا۔ 8 جولائی کو، منی پور پولیس نے نیشنل فیڈریشن آف انڈین ویمن کی تین رکنی فیکٹ فائونڈنگ ٹیم کے خلاف ملک سے بغاوت کا مقدمہ درج کیا کیوں کہ انہوں نے اپنے امپہال کے دورے کے بعد منی پور میں تشدد کو "سرکاری حمایت شدہ" قرار دیا تھا۔ سپریم کورٹ نے 11 جولائی کو ملزم کو گرفتاری سے عبوری تحفظ عطا کیا۔ میڈیا واچ ڈاگ گروپوں نے صحافیوں کے خلاف UAPA کے "حد سے زیادہ" استعمال پر تشویش کا اظہار کیا۔ 20 مارچ کو، قومی تحقیقاتی ایجنسی نے کشمیری صحافی عرفان مہراج کو UAPA کے تحت دائر دہشت گردی کی مالی معاونت کے الزام میں گرفتار کیا۔ ایجنسی نے مہراج کی شناخت جموں کشمیر کولیشن آف سول سوسائٹی کے ساتھ اشتراک سے خطے میں "علیحدگی پسند ایجنڈا" پھیلانے والے شخص کے طور پر کی۔

انٹرنیٹ کی آزادی

حکومت نے انٹرنیٹ تک رسائی کو محدود اور اس میں خلل ڈالنا نیز آن لائن مواد کو سنسر کیا؛ ایسی بھی اطلاعات تھیں کہ حکومت ڈیجیٹل میڈیا کے صارفین کی جیسے کہ چیٹ رومز اور فرد سے فرد کے رابطے کی کثرت سے نگرانی کرتی ہے۔ قانون نے حکومت کو انٹرنیٹ سائٹوں اور مواد کو بلاک کرنے اور ان پیغامات

کو مجرمانہ قرار دینے کی اجازت دی ہے جنہیں وہ اشتعال انگیز یا جارحانہ سمجھتی ہے۔ مرکزی اور ریاستی حکومتوں دونوں کے پاس کمپیوٹر کی معلومات کو بلاک کرنے، روکنے، نگرانی کرنے یا ڈی کرپٹ کرنے کے لیے ہدایات جاری کرنے کا اختیار ہے۔ عدالتی احکام اور قوانین انٹرنیٹ تک رسائی کی معطلی کے لیے مطلوب شرائط اور طریقہ کار کی صراحت کرتے ہیں۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے زور دے کر کہا کہ حکام نے مسلسل ان تقاضوں کی خلاف ورزی کی۔

حکومت نے بار بار انٹرنیٹ بند کیا اور بعض خطوں میں خاص طور پر سیاسی بدامنی کے دور میں انٹرنیٹ سمیت ٹیلی مواصلات کو مسدود کیا۔ انٹرنیٹ فریڈم فاؤنڈیشن اور ہیومن رائٹس واچ نے جون میں ایک رپورٹ شائع کی "No Internet Means No Work, No Pay, No Food" (انٹرنیٹ نہیں ہونے کا مطلب، کام نہیں، پیسہ نہیں، کھانا نہیں)۔ انٹرنیٹ بند ہونے سے "ڈیجیٹل انڈیا" میں بنیادی حقوق تک رسائی سے انکار۔ رپورٹ میں سپریم کورٹ کی ہدایات کو مسلسل نظر انداز کرنے کا ذکر کیا گیا ہے کہ انٹرنیٹ تک رسائی صرف ناگزیر حالات میں معطل کی جانی چاہیے اور بند کرنے کے احکامات شائع کیے جانے چاہئیں۔ رپورٹ میں دسمبر 2019 سے دسمبر 2022 تک انٹرنیٹ بند ہونے کے 127 واقعات درج ہیں۔ اس عرصے میں، 18 ریاستوں نے کم از کم ایک بار انٹرنیٹ بند کیا، اور 11 نے شٹ ڈاؤن کے احکامات شائع نہیں کیے تھے۔

کچھ معاملات میں، سرکاری حکام نے میڈیا کے مواد پر پابندیوں کا جواز پیش کرنے کے لیے قومی مفاد کے تحفظ کے قوانین کا حوالہ دیا۔ وزارت اطلاعات و نشریات نے 2021 سے 150 سے زیادہ ویب سائٹس اور یوٹیوب پر مبنی نیوز چینلوں کو "بھارت مخالف" مواد تیار کرنے پر ہٹا دیا ہے۔ 28 مارچ کو پنجاب کے حکام نے بی بی سی کی پنجابی سروس سمیت پنجاب میں متعدد صحافیوں اور میڈیا اداروں کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس کو معطل کر دیا۔ یہ معطلی انٹرنیٹ خدمات اور سوشل میڈیا کی سرگرمیوں پر وسیع تر بلیک آؤٹ کے ایک حصے کے طور پر عمل میں آئی جب حکام نے خالصتاً تحریک کے حامی سکھ-سیاسی گروپ وارث پنجاب ڈی کے رہنما امرت پال سنگھ کی تلاش شروع کی۔ پولیس نے کئی دن بعد معطل اکاؤنٹ تک رسائی بحال کی۔ میڈیا اداروں نے ان سوشل میڈیا ہینڈلز کی اس "من مانی" معطلی پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ کوئی مناسب عمل نہیں کیا گیا اور یہ معطلی قدرتی انصاف کے اصولوں کے خلاف ہے۔

منی پور ہائی کورٹ کے حکم کے باوجود، 15 نومبر تک منی پور میں انٹرنیٹ کی بندش جاری رہی۔ نسلی تنازعہ بڑھنے کے بعد 3 مئی کو ریاست میں انٹرنیٹ مکمل طور پر منقطع کر دیا گیا تھا، اور متعدد سرکاری احکامات کے ذریعے کٹ آف کو بڑھا دیا گیا تھا۔ پابندی کو زیادہ تر سرکاری اہلکاروں اور براڈ بینڈ صارفین کے لیے بعد کے مہینوں میں جزوی طور پر ہٹا دیا گیا، لیکن موبائل انٹرنیٹ سروسز، سوشل میڈیا ویب سائٹس، اور ورجوئل پرائیویٹ نیٹ ورک سروسز 15 نومبر تک زیادہ تر افراد کے لیے معطل رہیں۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے ریاست گیر پیما نے پر انٹرنیٹ پر پابندی کی تنقید کی۔ مثال کے طور پر، ایمنسٹی انٹرنیشنل نے کہا کہ بلیک آؤٹ نے دنیا کو منی پور میں "انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کی حقیقی صورت حال کو دیکھنے" سے روک دیا۔ 20 جولائی کو، قومی کمیشن برائے خواتین نے رازداری کے خدشات کا حوالہ دیا کیونکہ اس نے X (سابقہ ٹویٹر) کو ایک ویڈیو ہٹانے کی ہدایت کی تھی جس میں

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

دکھایا گیا تھا کہ منی پور کی دو خواتین کو مردوں کے ایک گروپ کے ذریعہ برہنہ حالت میں ننگا گھمایا گیا ہے اور جنسی طور پر انہیں زد و کوب کیا گیا ہے۔

حکومت نے سنٹرلائزڈ مانیٹرنگ سسٹم تیار کیا، جس سے سرکاری ایجنسیوں کو حقیقی وقت میں الیکٹرانک مواصلات کی نگرانی کرنے کی سہولت میسر ہوئی۔ نگرانی شروع کرنے سے قبل حکام کے لیے عدالتی حکم حاصل کرنے کے لیے کوئی تقاضے نہیں تھے، لیکن انہیں وزارت داخلہ یا وزارت کے مساوی ریاستی سطح سے آرڈر حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔ وزارت داخلہ کی ایک کمیٹی کو ہر دو ماہ بعد ہنگامی دفعات کے تحت ودیعت کردہ مداخلتی احکامات کا جائزہ لینے کے لیے میٹنگ کرنی تھی، جس کی میعاد زیادہ سے زیادہ 180 دنوں تک محدود تھی۔

ب۔ پرامن اسمبلی اور انجمن کی آزادی

قانون پرامن اجتماع اور انجمن کی آزادی فراہم کرتا ہے۔ حالانکہ حکومت باقاعدگی سے اجتماع کی آزادی کے حق کا احترام کرتی ہے، تاہم حکومت نے بعض اوقات انجمن کی آزادی کو خاص طور پر سول سوسائٹی کی تنظیموں، اقلیتی گروپوں، انسانی حقوق کے محافظوں، اور حکومت پر تنقید کرنے والوں کے لیے محدود کر دیا۔

پرامن اسمبلی کی آزادی

قانون میں اجتماع کی آزادی فراہم کی گئی ہے۔ حکام کو اکثر پریڈ یا مظاہروں سے قبل اجازت نامے اور اطلاع کی ضرورت ہوتی تھی، اور مقامی حکومتیں عام طور پر پرامن طریقے سے جمع ہونے اور اظہار رائے کے حق کا احترام کرتی تھیں۔ این جی اوز نے اطلاع دی کہ حکومتی پالیسیوں یا قوانین کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے پابندیوں، انتقامی کارروائیوں یا ایکشن کا سامنا کرنا پڑا۔ جموں و کشمیر میں، ریاستی حکومت نے بعض اوقات علیحدگی پسندی کی وکالت کرنے والی سیاسی جماعتوں کو عوامی اجتماعات کی اجازت دینے سے انکار کیا، اور سلامتی افواج نے مبینہ طور پر پرامن احتجاج میں مصروف سیاسی گروپوں کے ارکان کو حراست میں لیا اور ان پر حملہ کیا۔ جموں و کشمیر میں شہری بدامنی کے ادوار میں، حکام نے عوامی اجتماعات پر پابندی لگانے اور کرفیو نافذ کرنے کے لیے قانون کا استعمال کیا۔

مارچ میں، پولیس نے وارث پنجاب ڈی لیڈر امرت پال سنگھ کی تلاش شروع کی جب پولیس کی جانب سے اس پر قتل کی کوشش، قانون نافذ کرنے والے اداروں میں رکاوٹیں ڈالنے اور معاشرے میں "بدامنی" پیدا کرنے کا الزام لگایا گیا۔ تلاشی کے دوران، حکام نے ہزاروں نیم فوجی پولیس کو تعینات کیا اور پورے پنجاب میں تقریباً 30 ملین افراد کے لیے انٹرنیٹ اور موبائل پیغام رسانی کی خدمات کو محدود کر دیا۔ حکام نے مبینہ طور پر سنگھ کی تلاش کے دوران 200 سے زائد افراد کو گرفتار کیا۔ 23 اپریل کو سنگھ نے پولیس کے سامنے خودسپردگی کی اور اسے نیشنل سیکورٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ وہ یکم دسمبر تک آسام کی ڈبرو گڑھ سنٹرل جیل میں رہے۔

سول سوسائٹی کی تنظیموں نے نوٹ کیا کہ انٹرنیٹ اور ٹیکسٹ میسجنگ پر پابندیوں کا استعمال پنجاب کی وسیع آبادی کے لیے نقصان دہ تھا۔ تنظیموں نے نوٹ کیا کہ حکومت نے ضابطہ فوجداری کے ایک حصے کا بھی استعمال کیا، جس میں چار یا اس سے زیادہ افراد کے جمع ہونے پر پابندی تھی، اور خلاف ورزی کرنے والوں پر فسادات کا الزام لگایا گیا تھا۔

جولائی میں، حکومت نے کشمیر کے مرکزی شہر سری نگر میں مارچ کی اجازت دی، جس میں شیعہ مسلمانوں کو مذہبی محرم کی تقریب منانے کی اجازت دی گئی۔ 1989 میں پابندی کے بعد اس جلوس کو سری نگر میں منعقد ہونے والے پہلے حکومتی تسلیم شدہ جلوس کے طور پر دیکھا گیا۔ حکومت نے نعروں کے استعمال یا کسی کالعدم تنظیم کے لوگوں کی نمائش پر کچھ پابندیاں عائد کی تھیں۔

کچھ انسانی حقوق کے کارکنوں نے الزام لگایا کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں نے ان کے جمع ہونے اور تبادلہ خیال کرنے کے حق سے منع کیا اور خطوط جاری کیے جس میں تقاریب کو منسوخ کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔

انجمن کی آزادی

قانون نے انجمن کی آزادی فراہم کی ہے، لیکن حکومت نے غیر سرکاری تنظیموں کے لیے غیر ملکی فنڈنگ کی نگرانی اور ریگولیشن کو بڑھا دیا اور محدود کر دیا کہ کون سی تنظیم کام کرنے کے لیے لائسنس حاصل کر سکتی ہے۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے انسانی حقوق کی تنظیموں کو فارن کنٹری بیوشن ریگولیشن ایکٹ (FCRA) کے تحت غیر ملکی فنڈز حاصل کرنے میں پیش آرہی دقتوں کا حوالہ دیتے ہوئے حکومت کو ایک محدود آپریننگ ماحول پیدا کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا۔ متاثرہ تنظیموں نے رپورٹ کیا کہ حکومت نے غیر ملکی بینکنگ لائسنس معطل کر دیے یا ان تنظیموں کے اکاؤنٹ کو منجمد کر دیا جنہوں نے مبینہ طور پر پیشگی اجازت کے بغیر غیر ملکی فنڈنگ حاصل کی یا غیر قانونی طور پر غیر ملکی اور ملکی فنڈنگ کو آمیز کر دیا، جس سے ان تنظیموں کے لیے اپنا کام کرنا مشکل ہو گیا جو انسانی حقوق کے حالات کی نگرانی یا تفتیش کر رہی ہیں۔ مارچ میں، سپریم کورٹ نے ایک ممنوعہ تنظیم میں غیر فعال رکنیت کو جرم قرار دینے والے UAPA کے ایک شق کی آئینی حیثیت کو برقرار رکھا۔ اس فیصلے نے 2011 کے سپریم کورٹ کے تین مقدمات کو تبدیل کر دیا جو کالعدم تنظیموں میں فعال اور غیر فعال رکنیت کے درمیان فرق کرتے تھے۔

ج۔ مذہب کی آزادی

آزادی کی رپورٹ دیکھیں۔ <https://www.state.gov/religiousfreedomreport/> پر محکمہ خارجہ کی بین الاقوامی مذہبی

د۔ نقل و حرکت کی آزادی اور ملک چھوڑنے کا حق

قانون میں داخلی نقل و حرکت، غیر ملکی سفر، ہجرت اور وطن واپسی کی آزادی فراہم کی گئی ہے۔ حکومت نے عام طور پر ان حقوق کا احترام کیا ہے، حالانکہ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے رپورٹ کیا کہ ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں حکومت نے ان حقوق سے محروم رکھا۔

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ
ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

اندرون ملک نقل و حرکت: مرکزی حکومت نے اروناچل پردیش، ناگالینڈ، میزورم، منی پور، اور جموں و کشمیر کے کچھ حصوں میں غیر ملکیوں کے سفر پر پابندیوں میں نرمی کی، اس میں پاکستان، چین اور برما کے غیر ملکی شہریوں شامل نہیں ہیں۔ وزارت داخلہ اور ریاستی حکومتوں کو شہریوں سے مخصوص ریاستوں کا سفر کرتے وقت خصوصی اجازت نامے حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اروناچل پردیش، ناگالینڈ، میزورم اور منی پور ریاستوں میں انٹر لائن پرمٹ مطلوب تھے۔

غیر ملکی سفر: حکومت قانونی طور پر کسی بھی درخواست دہندہ کو ملک سے باہر "قوم کی خودمختاری اور سالمیت کے خلاف" سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے پاسپورٹ سے انکار کر سکتی ہے۔

ہ۔ پناہ گزینوں کا تحفظ

اگرچہ ملک کے پاس پناہ گزینوں کے حوالے سے پالیسی کو کنٹرول کرنے کے لیے کوئی خاص قانون نہیں تھا، لیکن اقوام متحدہ کے ہائی کمشنر برائے مہاجرین (UNHCR) کے دفتر نے اطلاع دی کہ اس نے پناہ گزینوں، واپس آنے والے پناہ گزینوں، اور پناہ کے متلاشیوں کے ساتھ دیگر فکرمند افراد کو کم سے کم تحفظ اور مدد فراہم کرنے میں حکومت اور دیگر انسانی تنظیموں کے ساتھ قریبی تال میل میں کام کیا۔ UNHCR نے رجسٹریشن اور مدد کی درخواست کرنے والے پناہ کے متلاشیوں میں حالیہ اضافے کا حوالہ دیا جس کی وجہ پڑوسی ممالک میں تشدد اور عدم استحکام ہے۔ UNHCR نے ملک میں کام کرنے والی نو قومی این جی اوز کے ساتھ باضابطہ شراکت داری کے معاہدوں کو برقرار رکھا۔ UNHCR کی رپورٹ کے مطابق 13,078 افغان مہاجرین اور پناہ گزینوں اور برما سے 30,313 پناہ گزینوں اور پناہ کے متلاشیوں نے ایجنسی کے ساتھ اندراج کروایا۔ جولائی تک، حکومت سری لنکا کے 91,534 اور تبت سے آنے والے 72,291 مہاجرین کو تحفظ اور مدد فراہم کر رہی تھی۔ مرکزی اور ریاستی دونوں حکومتوں نے نئے پناہ گزینوں اور پناہ کے متلاشیوں کی مدد کی اور انہیں تحفظ فراہم کیا۔ 2021 میں، وزارت داخلہ نے طالبان کے قبضے کے بعد ہندوستان میں ہنگامی طور پر داخلے کے خواہاں افغان شہریوں کے لیے ہنگامی ای ویزا کا اعلان کیا اور اشارہ کیا کہ کسی بھی افغان شہری کو وزارت داخلہ کی پیشگی منظوری کے بغیر ملک چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ 2021 کی پارلیمانی تفتیش کے مطابق، حکومت نے مبینہ طور پر دسیوں ہزار درخواستوں میں سے تقریباً 200 ایمرجنسی ویزا جاری کیے ہیں۔

ملک میں پناہ گزینوں کو وہ آئینی تحفظات ملے جو غیر شہریوں کو فراہم کیے گئے تھے۔ بہت سے معاملات میں، UNHCR کے مینڈیٹ کے تحت پناہ گزینوں اور پناہ کے متلاشیوں نے طویل مدتی ویزوں اور رہائشی اجازت ناموں کے ذریعے اپنے اسٹیٹس کو قانون کے مطابق کرنے میں رکاوٹوں میں اضافے کی اطلاع دی ہے۔

پناہ تک رسائی: قانون میں پناہ دینے یا پناہ گزین کا درجہ دینے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا ہے، اور حکومت نے پناہ گزینوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے کوئی نظام قائم نہیں کیا تھا۔ قانونی فریم ورک کی عدم موجودگی میں، حکومت بعض اوقات بین الاقوامی قانون کے مطابق انسانی بنیادوں پر حالات کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے پناہ دیتی ہے۔ اس نقطہ نظر کے نتیجے میں مختلف پناہ گزینوں اور پناہ کے متلاشی گروپوں کے لیے تحفظ کے مختلف معیارات سامنے آئے۔ حکومت نے تبت اور سری لنکا کے پناہ

گزینوں کو تسلیم کیا اور عام طور پر دوسرے ممالک کے افراد کے لیے پناہ گزینوں کی حیثیت کے تعین سے متعلق UNHCR کے فیصلوں کا احترام کیا۔

پناہ گزینوں کی جبری واپسی: حکومت نے پناہ گزینوں کی برما واپسی کی وکالت کی۔ UNHCR کے مطابق، 2016 کے اواخر سے کم از کم 26 غیر روہنگیا پناہ گزینوں (ایک اندازے کے مطابق 40,000) کو ملک بدر کیا گیا، سال کے دوران ملک بدری کی کوئی معلوم رپورٹ نہیں ہے۔

پناہ گزینوں اور پناہ کے متلاشیوں کا استحصال: قانون میں "مہاجرین" کی اصطلاح شامل نہیں تھی، پناہ گزینوں کے ساتھ کسی دوسرے غیر ملکی جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ ملک میں بغیر بتلائے جسمانی موجودگی ایک مجرمانہ جرم تھا۔ بغیر دستاویزات کے افراد کو حراست، جبری واپسی، اور استحصال کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔

ملک نے تاریخی اعتبار سے معاملات کی خوبیوں اور حالات کی بنیاد پر افراد کے ساتھ مہاجرین جیسا سلوک کیا۔ این جی اوز نے اطلاع دی کہ قانون نافذ کرنے والے حکام نے UNHCR کے جاری کردہ مہاجر کارڈ اور حکومتی شناختی دستاویزات کو ضبط کر کے روہنگیا پناہ گزینوں کو ہراساں کیا اور ڈرایا۔ 18 جولائی کو، جموں و کشمیر پولیس نے مبینہ طور پر جموں کے ایک حراستی مرکز میں تقریباً 200 روہنگیا پناہ گزینوں کے ایک گروپ پر گولی چلائی اور آنسو گیس پھینکے۔ مہاجرین 2021 سے اپنی حراست کے خلاف بھوک ہڑتال پر تھے۔ حکام نے بتایا کہ چھ پولیس اہلکار اور 10 روہنگیا زخمی ہوئے۔ پانچ ماہ کی بچی کے اہل خانہ نے الزام لگایا کہ مظاہرین پر پھینکے گئے آنسو گیس کے گولوں سے اٹھنے والا دھواں اندر جانے سے اس کی موت ہوگئی۔ پولیس اور ہولڈنگ سینٹر کے اہلکاروں نے ان دعوؤں کی تردید کی اور الزام لگایا کہ لڑکی کی موت بیماری سے ہوئی ہے۔ میڈیا کی رپورٹوں میں لڑکی کے والدین کی تصویریں دکھائی گئیں جس میں انہیں ہتھکڑیاں پہنا کر تدفین کی جگہ پر لایا گیا تھا۔ سینٹر پولیس اور جیل حکام نے کہا کہ انہیں ہتھکڑیوں کے استعمال کے حوالے سے کوئی اطلاع نہیں ہے اور ان کا عملہ اس میں ملوث نہیں ہے۔

UNHCR نے حراست میں لیے گئے پناہ گزینوں کی رہائی، پناہ گزینوں کے لیے آزادانہ طور پر ملک کے اندر نقل و حرکت اور ان کے دعوؤں کا جائزہ لینے، اور پناہ گزینوں کو اس ریاست میں تحفظ حاصل کرنے کے لیے جہاں وہ پہنچے، اور جس کا ان پر دائرہ اختیار تھا، کی وکالت جاری رکھی۔

نقل و حرکت کی آزادی: پناہ گزینوں اور پناہ کے متلاشیوں کے لیے نقل و حرکت کی آزادی پر غیر ضروری پابندیوں کی اطلاعات تھیں۔ مناسب کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے پناہ گزینوں کو گرفتار یا حراست میں لیے جانے کی اطلاعات تھیں۔ پولیس کو مبینہ طور پر بعض اوقات یہ مطلوب ہوتا ہے کہ پناہ گزین مختصر نوٹس پر عارضی طور پر کیمپوں میں واپس جائیں، خاص طور پر انتخابات کے دوران۔ تمل ناڈو میں ریاست بھر میں 107 پناہ گزین کیمپ تھے، جن میں مجرمانہ ریکارڈ رکھنے والے پناہ گزینوں کے لیے ایک حراستی کیمپ بھی شامل ہے۔ سری لنکا کے پناہ گزینوں کو تمل ناڈو میں کام کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

یکم جنوری سے 30 جون کے درمیان، تریپورہ پولیس نے 354 "غیر قانونی تارکین وطن" کو گرفتار کیا، جن میں 52 روہنگیا بھی شامل ہیں جو بغیر کسی درست دستاویزات کے ریاست میں داخل ہوئے تھے۔

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

24 جولائی کو، یوپی پولیس کے انسداد دہشت گردی دستے نے غیر قانونی تارکین وطن کی شناخت کی مہم کے تحت 74 روہنگیا باشندوں کو گرفتار کیا، جن میں 55 مرد، 14 خواتین اور پانچ بچے شامل تھے۔ تبتی مہاجرین کی نقل و حرکت پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

ملازمت UNHCR: میں رجسٹرڈ زیادہ تر پناہ گزینوں نے غیر رسمی شعبے میں ملازمت پائی، ان کی میزبان برادریوں کے اراکین کی طرح؛ تاہم، کچھ پناہ گزینوں نے آجروں اور زمینداروں کی طرف سے امتیازی سلوک کی اطلاع دی۔ UNHCR کے مطابق، مہاجرین کے لیے باضابطہ ملازمت کا حصول مشکل تھا کیونکہ ان کے پاس حکومت کی طرف سے جاری کردہ دستاویزات جیسے طویل مدتی ویزے نہیں تھے، جنہیں حکومت نے 2017 میں مہاجرین کو جاری کرنا بند کر دیا تھا۔

بنیادی خدمات تک رسائی: پناہ گزینوں اور پناہ کے متلاشیوں کو رہائش، ابتدائی اور ثانوی تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال تک رسائی حاصل تھی۔ ایسے معاملات میں جہاں پناہ گزینوں کو رسائی دینے سے منع کر دیا گیا تھا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اکثر خدمت فراہم کنندہ پناہ گزینوں کے حقوق سے ناواقف تھے۔

پائیدار حل: پناہ گزینوں کی وطن واپسی کے لیے حکومت اور سری لنکا کی طرف سے مشترکہ طور پر تجویز کردہ فیری پراجیکٹ معطل رہا۔ رضاکارانہ وطن واپسی، تیسرے ملک میں آبادکاری، اور امدادی لائحہ عمل کے لیے روانگی جاری رہی۔

و۔ اندرون ملک بے گھر افراد (IDPs) کی حیثیت اور علاج

اندرون ملک بے گھر افراد کی بستیاں پورے ملک میں موجود تھیں۔ انٹرنل ڈسپلسمنٹ مانیٹرنگ سینٹر کے 2022 کے اعداد و شمار کے مطابق، قدرتی آفات کی وجہ سے 2.5 ملین افراد طویل عرصے تک بے گھر رہے اور 631,000 افراد تاریخی تشدد اور تنازعات کی وجہ سے طویل عرصے تک نقل مکانی میں رہ رہے تھے، جن میں سے تقریباً نصف جموں و کشمیر میں تھے۔ قومی پالیسی یا قانون سازی میں مسلح تصادم یا نسلی یا فرقہ وارانہ تشدد کے نتیجے میں اندرون ملک بے گھری کا تصفیہ نہیں کیا گیا ہے۔ آئی ڈی پیز (IDPs) کی فلاح و بہبود عام طور پر ریاستی حکومتوں اور مقامی حکام کا دائرہ کار تھا، اور خدمات میں خلاء اور ناقص احتساب کی اطلاعات تھیں۔ مرکزی حکومت نے آئی ڈی پیز کو محدود امداد فراہم کی لیکن این جی اوز اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو کچھ آئی ڈی پیز تک رسائی کی اجازت دی۔ تمام آئی ڈی پیز یا تمام حالات کے لیے نہ تو رسائی اور نہ ہی امداد معیاری تھی۔ تشدد سے بے گھر ہونے والوں کی صحیح تعداد حاصل کرنا مشکل تھا۔ حالانکہ حکام نے کیمپوں میں رہنے والوں کا اندراج کیا، لیکن بے گھر افراد کی ایک نامعلوم تعداد کیمپوں کے باہر رہائش پذیر تھی۔

27 اپریل کی میڈیا رپورٹ کے مطابق، سب سے زیادہ مستحق برو خاندان جو 1997 میں نسلی کشیدگی کی وجہ سے میزورم سے بھاگا تھا، تریپورہ کے 12 نامزد علاقوں میں دوبارہ آباد ہوا۔ تریپورہ کے سرکاری حکام کے مطابق، کل 6,159 خاندان جن میں 37,136 برو افراد شامل ہیں ریاست میں دوبارہ آباد ہونے کے مستحق تھے۔ 11 جنوری کی میڈیا رپورٹ کے مطابق، چھتیس گڑھ کے ایک مقامی گروہ گئی کویا کے 55,000 سے زیادہ افراد مبینہ طور پر ریاستی حمایت یافتہ ملیشیا سلوا جوڈم کے تشدد کی وجہ سے بے گھر ہو گئے اور وہ تلنگانہ اور آندھرا کے جنگلاتی علاقوں میں بطور آئی ڈی پیز رہنے لگے۔ رپورٹ میں

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

دعویٰ کیا گیا کہ انہیں زمین رکھنے کی اجازت نہیں تھی اور انہیں "شیڈول ٹرائب" کا درجہ دینے سے انکار کیا گیا تھا، یہ وہ اسٹیٹس ہے جس کی وجہ سے وہ قانونی فوائد کے اہل ہو سکتے تھے۔ ملک میں آئی ڈی پیز کے بارے میں مزید معلومات کے لیے، براہ کرم <https://www.internal-displacement.org> پر اندرونی نقل مکانی کی نگرانی کے مرکز کا مواد دیکھیں۔

ز۔ بے وطن افراد

قومیت کے قوانین کی انتظامیہ اور پیدائش کے اندراج سے متعلق مشکلات نے بے وطن ہونے میں اہم کردار ادا کیا۔ قانون کے مطابق والدین کو شہریت دی جاتی ہے، اور ملک میں پیدا ہونے سے خود بخود شہریت نہیں بنتی۔ کوئی بھی شخص جو ملک میں 26 جنوری 1950 کو یا اس کے بعد لیکن یکم جولائی 1987 سے پہلے پیدا ہوا اسے پیدائشی طور پر شہریت مل جاتی ہے۔ یکم جولائی 1987 کو یا اس کے بعد ملک میں پیدا ہونے والے بچے کو شہریت ملی اگر بچے کی پیدائش کے وقت والدین میں سے کوئی ایک بھی ملک کا شہری تھا۔ حکام نے 3 دسمبر 2004 کو یا اس کے بعد ملک میں پیدا ہونے والوں کو صرف اس صورت میں شہری سمجھا کہ جب والدین میں سے کم از کم کوئی ایک شہری ہو اور دوسرا اینکے بچے کی پیدائش کے وقت غیر قانونی طور پر ملک میں موجود نہ ہو۔ حکام نے 10 دسمبر 1992 کو یا اس کے بعد ملک سے باہر پیدا ہونے والے افراد کو شہری تصور کیا، اگر والدین میں سے کوئی بھی پیدائش کے وقت ملک کا شہری تھا، لیکن حکام نے 3 دسمبر 2004 کے بعد ملک سے باہر پیدا ہونے والے افراد کو شہری نہیں سمجھا جب تک کہ تاریخ پیدائش کے ایک سال کے اندر قونصل خانے میں ان کی پیدائش کا اندراج نہ ہو۔ حکام مخصوص زمروں میں رجسٹریشن کے ذریعے اور ملک میں 12 سال سے مقیم افراد کو نیچرلائزیشن کے ذریعے شہریت بھی دے سکتے ہیں۔

سری لنکا کے پناہ گزین کیمپوں میں پیدا ہونے والے بچوں کو سند پیدائش عطا کی گئی۔ اگرچہ تنہا یہ سرٹیفکیٹ پناہ گزینوں کو شہریت کا حق عطا نہیں کرتا، مہاجرین سری لنکا کے ہائی کمیشن کو قونصلر برتھ سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے لیے برتھ سرٹیفکیٹ پیش کر سکتے ہیں، جس سے وہ سری لنکا کی شہریت حاصل کرنے کے مجاز ہو جاتے ہیں۔

سیکشن 3۔ سیاسی عمل میں حصہ لینے کی آزادی

آئین نے شہریوں کو خفیہ رائے شماری کے ذریعے منعقد ہونے والے آزادانہ اور منصفانہ متواتر انتخابات میں اور 18 سال یا اس سے زیادہ عمر کے تمام شہریوں کے لیے عالمی اور مساوی حق رائے دہی کی بنیاد پر اپنی حکومت کا انتخاب کرنے کی اہلیت فراہم کی ہے۔

انتخابات اور سیاسی شرکت

حالیہ انتخابات میں استحصال یا بے ضابطگیاں: قومی انتخابات کو استحصال اور بے ضابطگیوں کے بغیر بڑے پیمانے پر آزادانہ اور منصفانہ رپورٹ کیا گیا۔ ریاستی سطح کے انتخابات اس سال کے دوران تریپورہ، میگھالیہ، ناگالینڈ، کرناٹک، میزورم، چھتیس گڑھ، مدھیہ پردیش، راجستھان اور تلنگانہ میں ہوئے۔ انتخابات کو آزادانہ اور منصفانہ قرار دیا گیا۔ ستمبر میں، میڈیا نے رپورٹ کیا کہ سیاسی جماعتوں نے

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ
ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

انتخابی نتائج کو متاثر کرنے کے لیے سوشل میڈیا پر غلط معلومات اور ہراساں کرنے والی مہم کا استعمال کیا۔

سیاسی جماعتیں اور سیاسی شرکت: اگرچہ سیاسی جماعتوں کی تشکیل یا کسی بھی برادری کے افراد پر انتخابی عمل میں حصہ لینے پر کوئی پابندی نہیں تھی، لیکن مخالف سیاسی جماعتوں کے اراکین نے رکاوٹوں کی اطلاع دی، جن میں حکومتی عہدیداروں یا پالیسیوں پر تنقید کے لیے انتقامی کارروائیاں، غلط معلومات کے حملے، اور انتخابی مہم چلانے کے لیے سوشل میڈیا کو آزادانہ طور پر استعمال کرنے میں ناکامی شامل تھی۔

انتخابی قانون نے سیاسی مہم کے لیے سرکاری وسائل کے استعمال پر پابندی عائد کر دی تھی اور الیکشن کمیشن نے اس قانون کو مؤثر طریقے سے نافذ کیا تھا۔ کمیشن کے رہنما خطوط نے انتخابات سے 48 گھنٹے قبل رائے شماری پر پابندی عائد کر دی تھی اور آخری مرحلے (کثیر مرحلہ جاتی انتخاب میں) کی تکمیل تک ایگزٹ پول کے نتائج کے اجراء پر پابندی عائد کر دی تھی۔ انتخابی تشدد کی اطلاعات تھیں، خاص طور پر مغربی بنگال کے ریاستی انتخابات میں، جہاں 8 جولائی کو ہونے والے دیہی کونسل کے انتخابات کے تناظر میں 52 افراد کی ہلاکت کی اطلاع تھی۔

23 مارچ کو، حزب مخالف کانگریس پارٹی کے رہنما اور رکن پارلیمنٹ راہل گاندھی کو گجرات کی ایک عدالت نے 2019 کے عام انتخابات کی مہم کے دوران وزیر اعظم نریندر مودی کے خلاف کیے گئے تبصروں سے متعلق ہتک عزت کے الزام میں قصور وار ٹھہرایا اور دو سال قید کی سزا سنائی۔ یہ مقدمہ بی جے پی کے قانون ساز پورنیش مودی نے دائر کیا تھا، جس نے الزام لگایا تھا کہ گاندھی نے "مودی" سرنیم کے تمام لوگوں کو بدنام کیا ہے جب انہوں نے پوچھا کہ "تمام چوروں کا مشترکہ سرنیم مودی کیوں ہے۔" جرم کے لیے دی گئی دو سال کی سزا، جو اس جرم کے لیے زیادہ سے زیادہ قابل اجازت سزا ہے، نے گاندھی کو رکن پارلیمنٹ کے طور پر کام کرنے سے خود بخود معطل کر دیا تھا۔

کانگریس پارٹی کے اراکین اور کارکنوں نے سزا اور اس کے نتیجے میں معطلی پر تنقید کی، اور سوال کیا کہ کیا ان الزامات کو ہتک عزت سمجھا جا سکتا ہے جب کہ ایسے الزامات اسی وقت قابل عمل ہوتے ہیں جب ہتک عزت عام طبقے کے افراد کے بارے میں تبصروں کے بجائے کسی مخصوص فرد کے خلاف ہو۔ سزا، اگر قابل تنفیذ ہوتا، تو گاندھی کو کسی بھی عوامی عہدے پر فائز ہونے سے نااہل قرار دے دیتا اور انہیں 2024 کے عام انتخابات میں حصہ لینے کے لیے نااہل قرار دے دیتا، جسے حزب اختلاف نے نوٹ کیا کہ یہ بی جے پی کی طرف سے "اپوزیشن کے سرکردہ چہرے" اور کانگریس پارٹی کو انتخابی عمل میں آزادانہ طور پر حصہ لینے سے روکنے کی کوشش تھی۔ 4 اگست کو سپریم کورٹ نے گاندھی کی مارچ کی سزا کو اس بنیاد پر معطل کر دیا کہ نچلی عدالتوں نے زیادہ سے زیادہ سزا کے نفاذ کی کوئی وجہ پیش نہیں کی۔ سپریم کورٹ نے اپنے مشاہداتی فرمان میں کہا کہ عوامی شخصیات سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ عوامی تقریر کرتے وقت احتیاط برتیں اور گاندھی کو زیادہ محتاط رہنا چاہیے تھا۔ 7 اگست کو گاندھی کو دوبارہ پارلیمنٹ کے رکن کے طور پر بحال کیا گیا۔

خواتین اور حاشیہ زدہ یا کمزور گروہوں کے اراکین کی شرکت: مذہبی، ثقافتی، اور روایتی طریقے سیاسی اداروں میں خواتین کی متناسب شرکت میں رکاوٹ تھے۔ ستمبر میں، پارلیمنٹ نے آئین (ایک سو چھٹی ترمیم) ایکٹ منظور کیا، جسے خواتین کے ریزرویشن بل کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس قانون کے تحت پارلیمنٹ کے ایوان زیریں اور ریاستی قانون ساز اسمبلیوں میں خواتین کے لیے 33 فیصد نشستیں محفوظ ہیں۔

سیکشن 4. حکومت میں بدعنوانی

قانون نے اہلکاروں کے ذریعے بدعنوانی کے لیے مجرمانہ سزائیں فراہم کی ہیں، اور حکومت عام طور پر اس قانون کو مؤثر طریقے سے نافذ کرتی ہے۔ تاہم، اس کے باوجود سال بھر میں حکومتی بدعنوانی کی متعدد رپورٹیں سامنے آئیں۔

بدعنوانی: بدعنوانی حکومت کی متعدد سطحوں پر موجود تھی۔ ملک کے انسداد بدعنوانی محتسب کے دفتر نے اطلاع دی کہ اسے 2021 سے جون تک بدعنوانی کی 169 باضابطہ شکایات موصول ہوئی ہیں۔ این جی اوز نے پولیس تحفظ، اسکول میں داخلہ، پانی کی فراہمی، اور سرکاری امداد جیسی خدمات میں تیزی لانے کے لیے رشوت کی ادائیگی کی اطلاع دی۔ سول سوسائٹی کی تنظیموں نے سال بھر عوام کی توجہ بدعنوانی کی طرف مبذول کروائی، بشمول مظاہروں اور ویب سائٹوں کے ذریعے جس میں بدعنوانی کی کہانیاں پوسٹ کی جاتی تھیں۔ ملک میں بدعنوانی کے بارے میں اضافی معلومات کے لیے، براہ کرم ملک کے لیے محکمہ خارجہ کا انویسٹمنٹ کلائمیٹ اسٹیٹمنٹ نیز محکمہ خارجہ کی بین الاقوامی نارکوٹکس کنٹرول اسٹریٹیجی رپورٹ دیکھیں، جس میں مالی جرائم سے متعلق معلومات شامل ہیں۔

سیکشن 5. انسانی حقوق کی مبینہ خلاف ورزیوں کی بین الاقوامی اور غیر سرکاری نگرانی اور تحقیقات کے تئیں حکومتی موقف

انسانی حقوق کی کچھ ملکی اور بین الاقوامی جماعتوں نے جو انسانی حقوق کے رجحانات کی وکالت یا نگرانی میں مصروف ہیں، انسانی حقوق کے حالات یا مقدمات کی نگرانی یا تحقیقات کرنے اور اپنے نتائج شائع کرنے کے لیے حکومتی پابندی کے بغیر کام کیا۔ اس کے باوجود، انسانی حقوق کے متعدد گروپوں کو پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا، یہ نوٹ کرتے ہوئے کہ سرکاری اہلکار انسانی حقوق کی این جی اوز کے ساتھ شاذ و نادر ہی تعاون کرتے ہیں۔

مارچ میں، وزیر مملکت برائے امور داخلہ نے پارلیمنٹ کو بتایا کہ حکومت نے 2017 اور 2022 کے درمیان ایف سی آر اے (FCRA) کی دفعات کے تحت ملک بھر میں 1,827 غیر منافع بخش انجمنوں کے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ منسوخ کر دیے۔ انسانی حقوق کی نگرانی یا انکوائری کرنے یا مقامی تنظیموں کے ساتھ کام کرنے میں سرگرم عمل بہت سی بین الاقوامی تنظیموں کے ایف سی آر اے کے لائسنس معطل یا منسوخ کر دیے گئے تھے، اور انہیں غیر ملکی فنڈنگ تک رسائی سے روک دیا گیا تھا۔ کچھ معاملات میں،

FCRA لائسنس کے ضائع ہونے کے بعد، ٹیکس اتھارٹی نے تنظیم کی غیر منافع بخش حیثیت اور متعلقہ ٹیکس فوائد کو منسوخ کر دیا۔

تنظیموں نے سیلف سنسرشپ اور خوف کے ماحول کی اطلاع دی، جب کہ کچھ نے کہا کہ انہیں انسانی حقوق یا ماحولیاتی سرگرمی مثلاً "سیاسی طور پر حساس" موضوعات پر کام کرنے کے بدلے میں ایف سی آر اے کی تجدید سے انکار کر دیا گیا۔ ایک میڈیا رپورٹ کے مطابق، ان این جی اوز میں سے 5,789 نے تجدید کے لیے درخواست نہیں دی، یہ کہتے ہوئے کہ FCRA لائسنس کی تجدید اور ممکنہ منسوخی "ہمارے آپریشنز کے سب سے بڑے خطرات" میں سے ایک ہے۔

کارکنوں نے اشارہ کیا کہ کچھ تنظیموں کے لیے FCRA کی تعمیل کرنا مشکل ہے، خاص طور پر حکومت کی جانب سے 2020 کی ترمیم میں ضوابط کو مزید مضبوط کرنے کے بعد۔ اپریل میں، سنٹرل بیورو آف انویسٹی گیشن نے آکسفیم انڈیا کے خلاف FCRA کی خلاف ورزی کا الزام لگا کر ایک مقدمہ درج کیا۔ 4 اگست کو، میڈیا نے رپورٹ کیا کہ وزارت داخلہ نے بچوں کے حقوق کے لیے کام کرنے والی این جی او سیو دی چلڈرن کے مقامی پارٹنر بال رکھشا بھارت کے لیے FCRA کا اجازت نامہ واپس لے لیا۔ وزارت داخلہ نے سینٹر فار پالیسی ریسرچ اور سینٹر فار ایکویٹی اسٹڈیز کے FCRA لائسنس بھی معطل کر دیے۔

17 جولائی کو، وزارت داخلہ نے FCRA سے متعلق سوالات جمع کرنے کے لیے این جی اوز کے لیے ایک ہیلپ ڈیسک قائم کیا۔ NHRC نے متعدد NGOs کے ساتھ شراکت میں کام کیا، اور NHRC کی متعدد کمیٹیوں میں NGO کی نمائندگی تھی۔ جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کے کچھ مانیٹر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو دستاویز کرنے کے اہل تھے، لیکن وقتاً فوقتاً سیکورٹی فورسز، پولیس اور قانون نافذ کرنے والے دیگر حکام نے مبینہ طور پر انہیں روکا یا ہراساں کیا۔ بعض بین الاقوامی انسانی حقوق کی این جی اوز کے نمائندوں کو بعض اوقات ویزا حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے اطلاع دی کہ کبھی کبھار کی سرکاری ایذا دہی اور پابندیوں نے ان کے مواد کی عوامی تقسیم کو محدود کیا۔

انسانی حقوق کے محافظوں کے خلاف انتقامی کارروائی: انسانی حقوق کے محافظوں، خاص طور پر خواتین، مذہبی اقلیتوں اور حاشیہ زدہ برادریوں کی نمائندگی کرنے والوں کے خلاف دھمکیوں اور تشدد کی متعدد اطلاعات موجود ہیں۔ فرنٹ لائن ڈیفنڈرز کی گلوبل انالسس 2022 کی رپورٹ میں انسانی حقوق کے محافظ گوکراکونڈا ناگا سائی بابا کے معاملے کو نوٹ کیا گیا، جو UAPA کے تحت قید قید رہے۔ اگست میں، انسانی حقوق کے محافظوں کی صورت حال پر اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندے نے اس کی صحت کی سنگین حالت کو دیکھتے ہوئے کہا کہ سائی بابا کی حراست غیر انسانی تھی،

اقوام متحدہ یا دیگر بین الاقوامی ادارے: حکومت عام طور پر اقوام متحدہ کے نمائندوں یا اقوام متحدہ کی تسلیم شدہ علاقائی تنظیموں کے دوروں میں تعاون کرتی ہے، لیکن جموں و کشمیر اور شمال مشرقی ریاستوں بشمول منی پور تک اقوام متحدہ کی رسائی کو محدود کر دیا گیا تھا۔

انسانی حقوق کے سرکاری ادارے NHRC: ایک قانونی ادارہ تھا جسے پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے تحت انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تحقیقات اور ان کے تدارک نیز انسانی حقوق کے بارے میں عوامی بیداری کو فروغ دینے کے لیے قائم کیا تھا۔ یہ پارلیمنٹ کو براہ راست جوابدہ تھا لیکن اس نے وزارت داخلہ 2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

اور وزارت قانون و انصاف کے ساتھ قریبی تال میل میں کام کیا۔ قانون نے NHRC کو سمن جاری کرنے اور گواہی دینے، دستاویزات پیش کرنے اور عوامی ریکارڈ طلب کرنے کا اختیار دیا۔ این ایچ آر سی نے سرکاری ہلاکتوں کے متاثرین یا ان کے اہل خانہ کو معاوضے کی شکل میں زیادتیوں کے لیے مناسب علاج کی بھی سفارش کی۔

NHRC کے پاس نہ تو اپنی سفارشات کو نافذ کرنے کا اختیار تھا اور نہ ہی فوجی اور نیم فوجی اہلکاروں کے خلاف الزامات کو دور کرنے کا اختیار تھا۔ مارچ میں، اقوام متحدہ سے وابستہ ایک ایجنسی نے NHRC کی دوبارہ منظوری کو ایک سال کے لیے موخر کر دیا، جس سے وہ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل میں ملک کی نمائندگی کے لیے نااہل ہو گیا۔ این ایچ آر سی کی تحقیقات میں پولیس کی شمولیت، تقریروں میں سیاسی مداخلت، اور پسماندہ گروہوں کے تحفظ کے لیے ناکافی کارروائی، دیگر خدشات کی وجہ سے NHRC کی حیثیت کو دوبارہ اختیار نہیں کیا گیا۔

اس قانون میں ریاستی انسانی حقوق کمیشن بنانے کا حکم دیا گیا تھا۔ ستمبر تک، ریاستی سطح کے انسانی حقوق کے 26 کمیشن تھے۔ انسانی حقوق کے گروہوں نے الزام لگایا کہ مقامی سیاست نے ریاستی کمیٹیوں کو متاثر کیا، جن کا ان کا دعویٰ تھا کہ NHRC کے مقابلے میں منصفانہ فیصلے دینے کا امکان کم ہے۔

سیکشن 6- خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک اور معاشرتی استحصال

عصمت دری اور گھریلو تشدد: قانون نے زندہ بچ جانے والے کی عمر جیسے عوامل کی بنیاد پر عصمت دری کے لیے مختلف درجات کی سزائیں فراہم کی ہیں۔ قانون نے زیادہ تر معاملات میں عصمت دری کو جرم قرار دیا ہے جس کی کم از کم سزا 10 سال قید ہے، لیکن اگر عورت کی عمر 15 سال سے زیادہ ہے تو ازدواجی عصمت دری غیر قانونی نہیں ہے۔ قانونی ماہرین کے مطابق قانون بالغ مردوں کے ساتھ عصمت دری کو جرم قرار نہیں دیتا۔ 16 سال سے کم عمر لڑکی کی عصمت دری کی کم از کم سزا 20 سال اور عمر قید کے درمیان تھی۔ 12 سال سے کم عمر لڑکی کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کی کم از کم سزا یا تو عمر قید یا سزائے موت تھی۔ این سی آر بی کی 2021 (حالیہ دستیاب جدید ترین ڈیٹا) کرائم ان انڈیا (ہندوستان میں جرائم) رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 2021 میں خواتین کے خلاف بشمول عصمت دری اور گھریلو تشدد 428,278 جرائم رپورٹ ہوئے۔ قومی جرائم کے اعدادوشمار بتاتے ہیں کہ پسماندہ، کمزور اور قبائلی برادریوں کی خواتین بشمول دلت خواتین کو غیر متناسب طور پر نشانہ بنایا گیا۔

عصمت دری سے متاثرہ خواتین کے لیے قانون کا نفاذ اور قانونی سہارا ناکافی تھا، اور عدالتی نظام اس مسئلے کو مؤثر طریقے سے حل کرنے سے قاصر تھا۔ غیر سرکاری تنظیم انٹرنیشنل سنٹر فار ریسرچ آن ویمن نے نوٹ کیا کہ عصمت دری کے واقعات میں سزا کی کم شرح ایک اہم وجہ ہے کہ جنسی تشدد بلا روک ٹوک جاری رہا اور بعض اوقات اس کی اطلاع نہیں دی جاتی۔ این جی اوز مشاہدہ کیا کہ ٹرائل کی طوالت، زندہ بچ جانے والوں کی مدد کی کمی اور گواہوں اور بچ جانے والوں کا ناکافی تحفظ اہم خدشات تھے۔

حکومت نے عصمت دری کے مقدمات کی طوالت کو حل کرنے کی کوششیں کیں اور خواتین پر مشتمل مقدمات کو تیز کرنے کی کوشش کی۔ جولائی تک ملک بھر میں 855 فاسٹ ٹریک عدالتیں کام کر رہی تھیں۔ اس کے علاوہ، کئی ہائی کورٹوں نے ریاستی حکومتوں کو مزید فاسٹ ٹریک عدالتیں قائم کرنے کی

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

بھی ہدایت دی ہے تاکہ زیر التوا عصمت دری کے مقدمات کو فوری طور پر ختم کیا جا سکے۔ کچھ معاملات میں، پولیس نے عصمت دری سے بچ جانے والوں اور ان کے حملہ آوروں کے درمیان مفاہمت کی حوصلہ افزائی کی یا عصمت دری سے بچ جانے والی خواتین کو اپنے حملہ آوروں سے شادی کرنے کی ترغیب دی۔ ایسی اطلاعات تھیں کہ عصمت دری سے بچ جانے والیوں کے فورنسک معائنے کے دوران نام نہاد ورجینیٹی ٹیسٹ استعمال کیے گئے تھے۔

سول سوسائٹی کی تنظیموں نے تشدد سے بچ جانے والوں کو جنسی حملوں کے بارے میں آگاہی اور سروائیور سینٹرڈ، بے داغ، رازدارانہ، اور مفت دیکھ بھال فراہم کی اور تیسرے درجے کی دیکھ بھال، سماجی بہبود، اور قانونی خدمات کے حوالے سے سہولت فراہم کی۔ کچھ نے عصمت دری سے بچ جانے والی خواتین اور بچوں کے لیے مختصر مدت کے لیے پناہ گاہ بھی فراہم کی۔ ان میں سے کچھ خدمات کا مقصد خواتین اور بچوں کو کیس رپورٹ کرنے کی ترغیب دینا تھا۔

مرکزی حکومت نے تشدد کی اطلاع دیتے ہوئے خواتین کی حفاظت اور تحفظ کو بہتر بنانے کے لیے پروگرام نافذ کیے ہیں۔ اس میں رپورٹنگ اور ہیلتھ سپورٹ تک رسائی کے مراکز، رپورٹنگ کی سہولت کے لیے پولیس اسٹیشنوں میں خواتین کی مدد کے ڈیسک، ہنگامی صورت حال کی اطلاع دینے کے لیے موبائل ایپلیکیشن کے ذریعے ایمرجنسی رسپانس سپورٹ سسٹم، نیز متاثرین کے تئیں ہمدردی اور احترام کے ساتھ ردعمل کے لیے پولیس، سرکاری وکلا، میڈیکل افسران اور عدلیہ کے لیے تربیتی پروگرام شامل ہیں۔

مئی میں، دہلی میں پولیس نے جنسی ہراسانی کے الزامات کے سلسلے میں ریسلنگ فیڈریشن آف انڈیا کے صدر برج بھوشن شرن سنگھ کی گرفتاری کا مطالبہ کرنے والی کئی خواتین پہلوانوں کو احتجاج کے دوران حراست میں لیا تھا۔ سنگھ کے خلاف مقدمہ زیر تفتیش تھا۔

26 اکتوبر تک، سپریم کورٹ نے 2002 کے گجرات فسادات کے دوران بلقیس بانو کے ساتھ اجتماعی عصمت دری اور اس کے خاندان کے 14 افراد کو قتل کرنے کے بعد عمر قید کی سزا پانے والے 11 افراد کی جلد رہائی کو چیلنج کرنے والی درخواستوں پر کوئی فیصلہ نہیں دیا تھا، جن میں بانو کی بیٹی بھی شامل تھی۔ ان افراد کو 2022 میں جیل سے رہا کیا گیا تھا جب وہ عدالت کی سزا کے رہنما خطوط کے تحت پیروں کے اہل ہو گئے تھے۔

خواتین کا ختنہ (FGM/C) ایسا کوئی قومی قانون نہیں تھا جو FGM/C کو مخاطب کرتا ہو، حالانکہ 2017 سے سپریم کورٹ میں اس عمل پر پابندی لگانے کے لیے قانونی چارہ جوئی زیر التوا تھی۔ انسانی حقوق کے گروپوں اور میڈیا رپورٹس کے مطابق، 70 سے 90 فیصد داؤدی بوہرا، مہاراشٹر، گجرات، راجستھان اور دہلی میں مرتکز تقریباً 10 لاکھ افراد کا ایک مذہبی گروہ، FGM/C کی مشق میں ملوث سمجھا جاتا ہے۔

صنفی بنیاد پر تشدد یا ہراساں کرنے کی دیگر شکلیں: وسیع پیمانے پر جنسی ہراسانی ایک سنگین مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ حکام نے تمام ریاستی محکموں اور اداروں کو جن میں 50 سے زیادہ ملازمین ہیں، جنسی ہراسانی کی روک تھام اور اس سے نمٹنے کے لیے کمیٹیاں چلانے کی ضرورت پر زور دیا ہے، جسے اکثر "چھیڑ چھاڑ" کہا جاتا ہے۔

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ
ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

16 جون کو، تمل ناڈو میں پولیس کے سابق ڈائریکٹر جنرل راجیش داس کو ولوپورم کی ایک عدالت نے جنسی استحصال کا مجرم پایا اور تین سال قید اور جرمانے کی سزا سنائی۔ انڈین پولیس سروس کی ایک خاتون افسر نے 2021 میں داس پر بدسلوکی کا الزام لگایا تھا۔

این جی اوز نے رپورٹ کیا کہ قبائلی خواتین کو غیر متناسب سطح پر جنسی تشدد کا سامنا کرنا پڑا، جس میں درج فہرست ذاتوں اور درج فہرست قبائل (SC/ST) میں خواتین کی عصمت دری کے واقعات 5 فیصد آبادی کے SC/ST کی نمائندگی کرنے کے باوجود کل رپورٹ ہونے والے واقعات کا 15 فیصد ہیں۔ خواتین اور بچوں کے خلاف مظالم اور جرائم پر پارلیمان کی قائمہ کمیٹی برائے امور داخلہ کی ایک رپورٹ میں سزا کی خراب شرح اور SC/ST برادریوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کے خلاف جرائم سے متعلق زیر التوا مقدمات کی اعلیٰ شرح کو اجاگر کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ جہاں 2017-19 میں SC/ST برادریوں سے خواتین اور بچوں کے خلاف جرائم میں تقریباً 16 فیصد کا اضافہ ہوا ہے، اسی مدت میں سزا سننے کی شرح 27 فیصد تک کم تھی، جس میں زیر التواء شرح 84 فیصد تھی۔

قانون شادی میں جہیز کو قبول کرنے سے منع کرتا ہے، لیکن بہت سے خاندان جہیز کی پیشکش اور قبول کرتے رہے، اور جہیز کے تنازعات بعض اوقات تشدد کا باعث بنے۔ زیادہ تر ریاستوں نے جہیز کی روک تھام کرنے والے افسران کو ملازمت دی۔ تمام ٹرائل کورٹوں کو جہیز سے متعلق موت کے مقدمات میں مدعا علیہان پر قتل کا الزام لگانا ضروری تھا۔ 19 مئی کو جھارکھنڈ کے پلامو ضلع میں ایک خاتون کو اس کے سسرال والوں نے مبینہ طور پر گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔ اس کے والدین نے پولیس کو اطلاع دی کہ اسے مستقل بنیادوں پر اذیت دی جاتی تھی کیونکہ اس کے سسرال والوں نے جہیز میں 500,000 روپے (\$6,000) کا مطالبہ کیا تھا، جو وہ افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ بعد ازاں پولیس نے اس کے شوہر سمیت خاندان کے سات افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا۔

کچھ معاملات میں، ارینج میرج کے وسیع پیمانے پر رواج کے نتیجے میں جبری شادی ہوئی، جو کہ غیر قانونی تھی۔ شادی سے انکار کرنے پر خواتین پر حملے کیے جانے کی اطلاعات ہیں۔ مئی میں، جھارکھنڈ کے پلامو ضلع میں گاؤں کی کونسل کی ہدایت پر گاؤں والوں نے ایک قبائلی لڑکی پر جسمانی طور پر حملہ کیا، اس کا سر منڈوا دیا، اور اس کے گلے میں جوئے ڈالے جب اس نے اپنے خاندان کے منتخب کردہ شخص سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔

ایسی اطلاعات تھیں کہ دیوداسی نظام میں ہندو دیوتاؤں کے ساتھ علامتی شادیوں (جسم فروشی کی ایک شکل) میں خواتین اور لڑکیاں پجاریوں اور مندروں کے سرپرستوں کے ہاتھوں بشمول جنسی اسمگلنگ عصمت دری یا جنسی استحصال کا شکار ہوئیں۔ یہ رواج کرناٹک، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، اور تمل ناڈو میں پایا گیا، اور اس نے تقریباً ہمیشہ SC/ST برادریوں کی لڑکیوں کو نشانہ بنایا۔ این جی اوز نے تجویز دی کہ فیملی والے مالی بوجھ اور شادی کے جہیز کے امکانات کو کم کرنے کے لیے نچلی ذات کی لڑکیوں کا استحصال کرتے ہیں۔ اس عمل نے لڑکیوں کو ان کی تعلیم اور تولیدی حقوق سے محروم کر دیا اور انہیں بدنامی اور امتیازی سلوک کا شکار ہونا پڑا۔

تامل ناڈو، آندھرا پردیش، کرناٹک اور مہاراشٹر میں قانون سازی نے دیوداسی نظام پر پابندی عائد کی اور اس عمل سے متاثرہ خواتین اور لڑکیوں کو بعد کی دیکھ بھال کی خدمات فراہم کیں۔ ان قوانین کا نفاذ سست روی کا شکار تھا۔ کسی وفاقی قانون نے جادو ٹونے کے الزامات پر توجہ نہیں دی، لیکن کچھ ریاستوں میں ایسے قوانین تھے جن کے تحت دوسروں پر جادو ٹونے کا الزام لگانا جرم ہے۔ حکام جادوگرئی کے الزام میں فرد کو سزا دینے کے متبادل کے طور پر دیگر قانونی دفعات کا استعمال کر سکتے ہیں۔ این سی آر بی نے اطلاع دی کہ 2021 میں جادو ٹونے سے 68 اموات ہوئیں۔ 24 جولائی کو مبینہ طور پر اڈیشہ میں دو خواتین کو جادو ٹونے کے شبہ میں قتل کر دیا گیا۔ بعض اوقات مردوں پر بھی الزام لگایا جاتا تھا، اور ضلع کیندرپارہ میں، میڈیا نے رپورٹ کیا کہ دیہاتیوں کے ہجوم نے جادو ٹونے کے شبہ میں ایک شخص کو مار ڈالا۔ کیس زیر تفتیش تھا۔

کچھ ریاستیں، جیسے جھارکھنڈ اور اڈیشہ، نے جادو ٹونے سے متعلق ہلاکتوں کو کم کرنے کے لیے بیداری مہم چلائی۔ ایک میڈیا رپورٹ کے مطابق، حکومت کا مقصد ایک عقلی نقطہ نظر کی حوصلہ افزائی کرنا، لوگوں کو توہمات پر یقین کرنے سے روکنا اور لوگوں پر زور دینا تھا کہ وہ گاؤں کے معالجوں اور شمنوں پر انحصار کرنے کے بجائے ڈاکٹروں سے مشورہ کریں۔

امتیازی سلوک: خواتین کو ملازمت، پیشے، اور قرض تک رسائی میں امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے قبائلی زمینی نظام، بشمول بہار میں، قبائلی خواتین کو زمین کی ملکیت کے حق سے محروم کر دیتے ہیں۔ اثاثوں اور زمین کی ملکیت سے متعلق دیگر قوانین یا رواج خواتین کو زمین کے استعمال، برقرار رکھنے یا فروخت پر بہت کم کنٹرول دیتے ہیں۔ حکومت نے امتیازی قوانین کو مؤثر طریقے سے نافذ نہیں کیا۔ قانون کام کی جگہ پر امتیازی سلوک کی ممانعت کرتا ہے اور مساوی کام کے لیے مساوی تنخواہ کی ضرورت کی تلقین کرتا ہے، لیکن مبینہ طور پر آجر اکثر خواتین کو ایک ہی کام کے لیے مردوں سے کم تنخواہ دیتے ہیں، ملازمت میں خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے، اور مردوں کے مقابلے خواتین کو کم پروموشن دیتے ہیں۔

تولیدی حقوق: سرکاری حکام کی جانب سے زبردستی اسقاط حمل یا بغیر مرضی کے نس بندی کی اطلاعات تھیں۔ کچھ خواتین، خاص طور پر غریب اور نچلی ذات کی خواتین پر، مبینہ طور سے ان کے شوہروں اور خاندانوں کی طرف سے ٹیوبل لیگیشن یا ہسٹریکٹومیز (جراحی کے ذریعے رحم کاٹ دینا) کے لیے دباؤ ڈالا جاتا تھا۔ حکومت نے اجرت میں کمی، نقل و حمل کے اخراجات، ادویات اور ڈریسنگ، اور رضاکارانہ نس بندی سمیت مانع حمل طریقوں کو قبول کرنے والی خواتین کے فالو اپ دوروں کے لیے مالی معاوضہ فراہم کیا۔ خاندانی منصوبہ بندی کی دوسری شکلوں تک رسائی پر کوئی باقاعدہ پابندیاں نہیں تھیں۔ تاہم، مانع حمل انتخاب کی حد کو بڑھانے کی حالیہ کوششوں کے باوجود، اخراجات اور متبادل مانع حمل انتخاب کی محدود دستیابی کی وجہ سے رضاکارانہ نس بندی ترجیحی طریقہ رہا۔

دو سے زیادہ بچوں والے خاندانوں کو سزا دینے والی پالیسیاں اور رہنما خطوط وسیع پیمانے پر نافذ نہیں کیے گئے لیکن مختلف ریاستوں میں برقرار ہیں۔ کچھ ریاستوں نے ان بالغوں کے لیے سرکاری ملازمتوں کے لیے کوٹہ اور سبسڈیز کو برقرار رکھا جن کے دو سے زیادہ بچے نہ ہوں۔ مثال کے طور پر، آسام نے دو بچوں کی پالیسی کو ریاستی حکومت کے فوائد تک رسائی اور بعض دفاتر کے لیے چلانے سے منسلک کیا۔

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

کئی ریاستوں نے خاندانی منصوبہ بندی کے طریقہ کار کے طور پر خواتین کی نس بندی کو فروغ دیا، جس کا نتیجہ خطرناک، غیر معیاری طریقہ کار اور غیر مستقل طریقوں تک محدود رسائی کی شکل میں برآمد ہوا۔ مرکزی حکومت کے پاس ریاست کی صحت عامہ کی پالیسیوں کو منظم کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ کچھ علاقوں میں حکام نے نس بندی کے ہر طریقہ کار کے لیے صحت کے کارکنان اور سہولیات فراہم کرنے والے اداروں کو ایک مقررہ رقم ادا کی اور خواتین کی نس بندی کے لیے کوٹہ نافذ کیا۔ صحت عامہ کی سہولیات میں خواتین بالخصوص پسماندہ اور کم آمدنی والے گروہوں کی خواتین کو فراہم کی جانے والی دیکھ بھال اکثر ناکافی تھی، اور وہ علاج کی تلاش میں بے دلی یا غیر دلچسپی کا سبب بنا۔ حکومتی اقدامات کے نتیجے میں اداروں کی پیدائش میں نمایاں اضافہ ہوا، لیکن ایسی اطلاعات سامنے آئی ہیں کہ صحت کی سہولیات میں ممکنہ گنجائش سے زیادہ بوجھ، آلات کی کمی اور سپلائی کی کمی کا مسئلہ برقرار رہا۔

حکومتی ہدایات نے صحت کی اداروں کو ہدایت کی کہ ہر قسم کے جنسی تشدد سے زندہ بچ جانے والوں کو ہنگامی مانع حمل ادویات سمیت صحت کی دیکھ بھال کی خدمات تک فوری رسائی حاصل ہو۔ محدود وسائل اور سماجی بدنامی کی وجہ سے ہدایات پر عمل درآمد ناہموار تھا۔

معیاری تولیدی اور زچگی کی صحت کی دیکھ بھال کی خدمات تک محدود رسائی - بشمول قبل از پیدائش دیکھ بھال، بچے کی پیدائش کے وقت ہنر مندانه دیکھ بھال، اور بچے کی پیدائش کے بعد کے ہفتوں میں مدد - نے زچگی کی شرح اموات میں اہم کردار ادا کیا۔ 2022 میں، رجسٹرار جنرل نے ملک میں زچگی کے دوران شرح اموات (MMR) پر ایک خصوصی بلیٹن جاری کیا، جو 2016-18 کے دوران 100,000 میں 113 سے کم ہو کر 2017-19 کے دوران 100,000 میں 103 رہ گئی۔ راجستھان، یوپی، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ، بہار، اڈیشہ، اور آسام کی ریاستوں میں 100,000 زندہ پیدائشوں میں 130+ کی "بہت زیادہ MMR" تھی۔ سب سے غریب گھرانوں سے تعلق رکھنے والی خواتین میں سے ان خواتین کا فیصد سب سے کم تھا جنہوں نے قبل از پیدائش نگہداشت صحت کے متعدد دورے کیے، سرکاری اداروں میں زچگی ہوئی اور بعد از پیدائش ان کا معائنہ کیا گیا۔

منظم نسلی یا قبائلی تشدد اور امتیازی سلوک

آئین میں مذہب، نسل، ذات یا جائے پیدائش کی بنیاد پر کسی بھی شہری کے ساتھ امتیازی سلوک کی ممانعت ہے۔ ذاتوں اور قبائل کی رجسٹریشن مثبت کارروائی کے پروگراموں کے مقصد کے لیے جاری رہی، اور وفاقی اور ریاستی حکومتیں نچلی ذات کے گروہوں کے اراکین کے لیے بہتر معیاری رہائش، اسکولوں میں کوٹہ، سرکاری ملازمتیں، اور سبسڈی والے کھانے کی اشیاء تک رسائی فراہم کرنے کے لیے پروگراموں کو نافذ کرتی رہیں۔ ناقدین نے دعویٰ کیا کہ نچلی ذاتوں کی مدد کے لیے حکومت کے بہت سے پروگرام ناقص نفاذ، بدعنوانی یا دونوں کا شکار رہے۔ خاص طور پر دیہی علاقوں میں SC/ST کے خلاف امتیازی سلوک جاری رہا۔ این سی آر بی نے 2021 میں درج فہرست ذاتوں کے خلاف 50,900 جرائم کی اطلاع دی۔

میڈیا نے دلت برادری کے افراد کے خلاف سماجی تشدد کی کئی اطلاعات رپورٹ کیں۔ 6 اپریل کو، میڈیا نے اطلاع دی کہ 26 مارچ کو تلنگانہ کے سنگاریڈی ضلع میں رہنے والے ایک دلت ایم ملیش کے ہجوم کے ذریعے قتل کے بعد چھ افراد کو گرفتار کیا گیا۔ ایم ملیش پر زرعی کھیتوں سے بجلی کی تاریں چوری کرنے کا الزام تھا۔

23 ستمبر کو، پریس نے خبر دی کہ بہار کے پٹنہ ضلع میں ایک مبینہ ساہوکار پرمود سنگھ، اس کے بیٹے، اور دیگر نامعلوم افراد نے مبینہ طور پر قرض کے تنازعہ کے سلسلے میں ایک دلت خاتون کو ننگا کیا، مارا پیٹا اور اس پر پیشاب کیا۔ وزیراعلیٰ نے کہا کہ ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ این جی اوز نے بتایا کہ دلت طلباء کو بعض اوقات بعض اسکولوں میں ان کی ذات کی وجہ سے داخلہ دینے سے منع کر دیا جاتا تھا، انہیں داخلے سے قبل ذات کی تصدیق پیش کرنے کی ضرورت ہوتی تھی، صبح کی نماز سے منع کیا جاتا تھا، کلاس کے پیچھے بیٹھنے کے لیے کہا جاتا تھا، یا اسکول کے بیت الخلاء کو صاف کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا جب کہ انہیں خود انہیں سہولیات سے محروم رکھا جاتا تھا۔ ایسی اطلاعات بھی تھیں کہ کچھ اساتذہ نے دلت بچوں کے ہوم ورک کو درست کرنے سے انکار کر دیا، دلت بچوں کو دوپہر کا کھانا فراہم کرنے سے انکار کر دیا، اور دلت بچوں کو اونچی ذات کے خاندانوں کے بچوں سے الگ بیٹھنے کے لیے کہا۔

دسمبر 2022 میں، میڈیا نے رپورٹ کیا کہ تمل ناڈو کے وینگویال گاؤں میں دلت خاندانوں کو پانی فراہم کرنے والے پینے کے پانی کے اوور ہیڈ ٹینک میں مبینہ طور پر انسانی فضلہ پھینک دیا گیا۔

اونچی ذات کے لوگوں کے ذریعہ مبینہ طور پر آلودہ پانی پینے کے بعد کئی افراد کو اسپتال میں داخل کرایا گیا۔ حکام کو گاؤں میں جات پات پات پر مبنی امتیاز کے معتبر الزامات ملے، جس نے دلتوں کے مقامی مندر میں داخلے پر پابندی لگا دی۔ گاؤں والوں نے عدالت میں درخواست کی، اور ان کے وکیل نے کہا کہ تحقیقات میں کوئی ٹھوس پیش رفت نہیں ہوئی ہے۔ 3 جولائی کو مدراس ہائی کورٹ نے معاملے کی تحقیقات کے لیے کمیشن کو مزید وقت دیا۔

غیر رسمی شعبے میں دلتوں، مقامی افراد اور معذور افراد کے حوالے سے امتیازی سلوک ہوا۔ امریکن بار ایسوسی ایشن کی رپورٹ، جنوبی ایشیا میں دلتوں کے لیے چیلنجز، میں یہ نوٹ کیا گیا، "دلتوں کو سرکاری ملازمتوں کے لیے تحفظات (یا کوٹہ) فراہم کیے گئے ہیں؛ تاہم، تحفظات کا اطلاق نجی شعبے کی ملازمتوں پر نہیں ہوتا۔

مقامی لوگ

آئین میں مقامی افراد کے پسماندہ گروہوں کو سماجی، معاشی اور سیاسی حقوق فراہم کیے گئے ہیں۔ اس قانون نے مقامی افراد کے لیے خصوصی حیثیت فراہم کی، لیکن حکام اکثر عملی طور پر ان کے حقوق سے انکار کرتے ہیں، اور ایسی اطلاعات بھی تھیں کہ حکومت یا اس کے ایجنٹوں نے مقامی افراد کو دھمکیاں دی ہیں یا ان پر تشدد کیا ہے۔

بہت سی شمال مشرقی ریاستوں میں، جہاں مقامی گروہ ریاستوں کی بیشتر آبادی کی تشکیل کرتا ہے، قانون قبائلی حقوق فراہم کرتا ہے، لیکن کچھ مقامی حکام نے ان دفعات کو نظر انداز کیا۔ قانون کسی

بھی غیر قبائلی شخص کو، جس میں دوسری ریاستوں کے شہری بھی شامل ہیں، بغیر کسی جائز اجازت نامے کے حکومت کی طرف سے قائم کردہ اندرونی حدود کو عبور کرنے سے منع کرتا ہے۔ کوئی بھی اجازت کے بغیر محفوظ علاقوں سے ریڑ، موم، ہاتھی دانت یا دیگر جنگلاتی مصنوعات کو نہیں ہٹا سکتا تھا۔ قبائلی حکام کو بھی غیر قبائلی افراد کو زمین کی فروخت کی منظوری دینی پڑی۔

5 جولائی کو، مدھیہ پردیش پولیس نے پرویش شکلا کو قومی سلامتی ایکٹ کے تحت گرفتار کیا جب سوشل میڈیا پر ایک وائرل ویڈیو میں اسے قبائلی مزدور کے ساتھ بدسلوکی اور پیشاب کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ 11 جولائی کو، مدھیہ پردیش پولیس نے جہابو میں ان کے ہاسٹل کے غیر اعلانیہ معائنہ کے دوران قبائلی طالبات کو جنسی طور پر ہراساں کرنے کے الزام میں ایک سرکاری اہلکار کو گرفتار کیا۔

بچوں کی پیدائش کا اندراج: شہریت یا پیدائش کے اندراج سے محروم بچے بعد کی زندگی میں عوامی خدمات تک رسائی حاصل کرنے، اسکول میں داخلہ لینے یا شناختی دستاویزات حاصل کرنے سے محروم ہو سکتے ہیں۔

بچوں کے ساتھ بدسلوکی: قانون نے بچوں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت کی ہے، لیکن دیکھ بھال کرنے والوں کی طرف سے جسمانی اذیت، غفلت، یا نفسیاتی زیادتی کو قابل سزا جرم کے طور پر تسلیم نہیں کیا ہے۔ کرائم ان انڈیا رپورٹ 2021 میں دکھایا گیا ہے کہ جنسی جرائم سے بچوں کے تحفظ کے قانون (POCSO) کے تحت 2021 میں بچوں کے ساتھ جنسی استحصال کے 53,874 واقعات درج کیے گئے تھے۔ رپورٹ کے مطابق 5,079 افراد کو سزا سنائی گئی اور 10,099 کو بری کیا گیا۔ ودھی سینٹر فار لیگل پالیسی اور ورلڈ بینک کی 2022 کی ایک رپورٹ میں پتا چلا ہے کہ نومبر 2012 سے فروری 2021 کے درمیان POCSO کے تحت درج 78 فیصد مقدمات زیر التوا تھے۔

بچہ، کم عمری، اور جبری شادی: قانون نے خواتین کے لیے شادی کی قانونی عمر 18 سال اور مردوں کے لیے 21 سال مقرر کی ہے، اور عدالتوں کو کم عمری اور جبری شادیوں کو منسوخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ حکام نے قانون کو مستقل طور پر نافذ نہیں کیا اور نہ ہی عصمت دری سے بچ جانے والوں کی زبردستی شادی کرانے کے عمل کو حل کیا۔ این سی آر بی کے اعداد و شمار کے مطابق، 2021 میں بچوں کی شادی کی ممانعت کے قانون کے تحت 1,062 مقدمات درج کیے گئے، جو کہ 2020 میں 792 واقعات کے برخلاف ایک نمایاں اضافہ ہے۔ مزید برآں، سال 2019-2021 کے لیے این ایف ایچ ایس کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ کم عمری کی شادی کی شرح سابقہ NFHS میں 27 فیصد خواتین کے مقابلے کم ہو کر 23 فیصد رہ گئی ہے۔

قانون نے 18 سال سے کم عمر لڑکی اور 21 سال سے کم عمر کے لڑکے کے درمیان شادی کو غیر قانونی قرار نہیں دیا لیکن اس طرح کے ملاپ کو کالعدم قرار دیا۔ قانون نے ان افراد کے لیے سزائیں بھی مقرر کی ہیں جنہوں نے بچوں کی شادیاں کیں، ان کا اہتمام کیا یا اس میں حصہ لیا۔ قانون نے بچوں کی شادی کو روکنے کے لیے ہر ریاست میں ایک کل وقتی چائلڈ میرج ممنوعہ افسر قائم کیا۔ ان افراد کے پاس یہ اختیار تھا کہ جب بچپن کی شادی ہو رہی ہو تو اس میں مداخلت کریں، قانون کی خلاف ورزیوں کو دستاویز کریں،

والدین کے خلاف الزامات درج کریں، بچوں کو خطرناک حالات سے نکالیں، اور انہیں مقامی چائلڈ پروٹیکشن حکام کے حوالے کریں۔

3 فروری کو، آسام حکومت نے بچوں کی شادی کے خلاف ایک بڑی مہم شروع کی، جس کے نتیجے میں 3000 سے زائد افراد کو گرفتار کیا گیا۔

بچوں کا جنسی استحصال: قانون نے چائلڈ پورنوگرافی پر پابندی عائد کی اور رضامندی کی قانونی عمر 18 سال مقرر کی، اور اس قانون کو مؤثر طریقے سے نافذ کیا گیا۔ کسی بچے کے ساتھ جنسی تعلقات کے لیے رقم ادا کرنا، کسی بچے کو "غیر قانونی جنسی تعلق" کی کسی بھی شکل میں اکسانا، یا تجارتی جنسی استحصال یا بچوں کی جنسی اسمگلنگ کے مقاصد کے لیے بچے کو بیچنا یا خریدنا غیر قانونی تھا۔ خلاف ورزی کرنے والوں کو 10 سال قید اور جرمانے کی سزا دی گئی۔

نوزائیدہ قتل، بشمول معذور بچوں کی طفل کشی: قانون نے قبل از پیدائش جنس کے تعین کو ممنوع قرار دیا ہے۔ تاہم، اقوام متحدہ کے پاپولیشن فنڈ کے مطابق، 2021 تک جنسی تناسب کا تخمینہ 903 خواتین فی 1,000 مردوں پر لگایا گیا تھا۔ اقوام متحدہ کی ایجنسی نے اس کی وجہ صنفی تعصب پر مبنی جنس کے انتخاب اور پانچ سال سے کم عمر لڑکیوں کی زیادہ اموات کو قرار دیا۔

یہود دشمنی

یہودی کمیونٹی کا تخمینہ تقریباً 4,650 افراد لگایا گیا تھا۔ مئی میں، منی پور میں بنی میناشے ہندو تبتی کمیونٹی کے اراکین کو ان کے مذہب اور نسل کی وجہ سے کوکی اور میتی کے درمیان تنازعہ کے دوران تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ تشدد کے نتیجے میں بنی میناشے کمیونٹی کے دو افراد کی ہلاکت اور دو عبادت گاہوں، ایک مذہبی اسکول اور تین یہودی دیہات کو تباہ کر دیا گیا، کمیونٹی کے بہت سے افراد منی پور کے اندر اور پڑوسی ریاست میزورم میں بے گھر ہو گئے۔ سول سوسائٹی کے مطابق، بنی میناشے کمیونٹی کو اپنے فوت شدہ ارکان کی لاشوں تک مناسب مذہبی تدفین کی تقریبات کے لیے رسائی سے بھی انکار کر دیا گیا تھا۔ بنی میناشے کے اراکین نے رپورٹ کیا کہ ان کی کمیونٹی کی طرف سے ان پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ غیر قانونی تارکین وطن ہیں، کچھ رپورٹنگ کے ساتھ انہیں "اسرائیل واپس جانے" کی ہدایت کی گئی تھی۔

حکومتی عہدیداروں نے عوامی بیانات دیے اور سوشل میڈیا پوسٹس جاری کیں جن میں الزام لگایا گیا تھا کہ حزب اختلاف کی سیاسی پارٹیوں کی بعض شخصیات اور ڈائسپورا رہنما جارج سوروس سے جڑے ہوئے ہیں، جو کہ ملک میں واقعات کو متاثر کرنے والے ایک "تمام کنٹرول کرنے والے یہودی فرد" کے یہود دشمن سازشی تھیوری پر کھیل رہے ہیں۔ 6 اکتوبر کو، بی جے پی کے آفیشل ایکس اکاؤنٹ نے ایک ترمیم شدہ تصویر پوسٹ کی جس میں دکھایا گیا تھا کہ راہل گاندھی سوروس کے زیر کنٹرول ہیں۔

ملک میں یہود دشمنی کے واقعات کے بارے میں مزید معلومات کے لیے، آیا وہ واقعات مذہب سے محرک تھے یا نہیں، اور یہودیوں کے مذہب یا عقیدے کی آزادی کو استعمال کرنے کی صلاحیت کے بارے میں رپورٹنگ کے لیے، براہ کرم محکمہ خارجہ کی بین الاقوامی مذہبی آزادی کی رپورٹ <https://www.state.gov/religiousfreedomreport/> پر دیکھیں۔

افراد کی سمگلنگ

محکمہ خارجہ کی سالانہ ٹریفکنگ ان پرسنز رپورٹ- <https://www.state.gov/trafficking-in-persons-report/>

جنسی رجحان، صنفی شناخت یا اظہار، یا جنسی خصوصیات کی بنیاد پر تشدد، جرم، اور دیگر بدسلوکی کے اعمال

مجرمانہ عمل: سپریم کورٹ نے 2018 میں ہم جنس کے تعلقات کو مجرمانہ قرار دیا۔ 2022 میں، مدراس ہائی کورٹ نے ریاستی اور مرکزی حکومتوں کو ایسی اصلاحات کے منصوبے تیار کرنے کی ہدایت کی جس میں ہم جنس پرست عورت، ہم جنس پرست مرد، دو جنسی، ٹرانس جینڈر، کوئیر، یا انٹر سیکس (LGBTQI+) افراد کے حقوق کا تحفظ ہو۔

تشدد اور ہراساں کرنا NGO: کے کارکنوں نے LGBTQI+ کمیونٹی کے ارکان کے خلاف جسمانی حملے اور عصمت دری سمیت امتیازی سلوک اور تشدد کی اطلاع دی۔ ایسی اطلاعات تھیں کہ پولیس افسران نے LGBTQI+ افراد کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا اور متاثرین کو واقعات کی اطلاع نہ دینے پر مجبور کرنے کے لیے گرفتاری کی دھمکی کا استعمال کیا۔ این جی اوز کی مدد سے، کئی ریاستوں نے پولیس کو تعلیم اور حساسیت کی تربیت کی پیشکش کی۔ ماہرین نے تسلیم کیا کہ قانون نافذ کرنے والے کچھ اہلکار LGBTQI+ افراد کے خلاف خاندانی مفادات کا ساتھ دیتے ہیں۔

29 جون کو، میڈیا نے رپورٹ کیا کہ آندھرا پردیش کی پولیس نے وشاکھاپٹنم میں ایک ٹرانس جینڈر خاتون سے چھیڑ چھاڑ کرنے کے الزام میں 2019 کے ٹرانس جینڈر پرسنز (تحفظ حقوق) ایکٹ (TPRA) کے تحت چار مردوں کے خلاف مقدمات درج کیے ہیں۔

امتیازی سلوک: قانون نے جنسی رجحان، صنفی شناخت یا اظہار، یا جنسی خصوصیات کی بنیاد پر سرکاری و غیر سرکاری عاملین کے ذریعہ امتیازی سلوک کو ممنوع قرار دیا ہے۔ حکومت ان قوانین کو نافذ کرنے میں یکساں رو نہیں تھی۔ TPRA نے اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کی کہ ٹرانس جینڈر یا تیسری جنس کے افراد کے حقوق کو امتیازی سلوک سے محفوظ رکھا جائے۔ سول سوسائٹی کے ماہرین نے TPRA کے نفاذ میں مسائل کی اطلاع دی، جس میں خواجہ سراؤں کے لیے طبی علاج اور دیگر خدمات حاصل کرنے میں مشکلات شامل تھیں۔

17 اکتوبر کے فیصلے میں، سپریم کورٹ کے پانچ ججوں نے پینل نے ہم جنس شادی کو قانونی حیثیت دینے کے معاملے کو پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا، یہ کہتے ہوئے کہ عدالت کے پاس ہم جنس جوڑوں کو کور کرنے کے لیے موجودہ شادی کے قانون کی دوبارہ تشریح کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ تجزیہ کاروں کے مطابق، سپریم کورٹ نے چار الگ الگ آراء جاری کیے اور کئی ججوں نے مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں پر زور دیا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ LGBTQI+ افراد کو امتیازی سلوک سے محفوظ رکھا جائے۔ چیف جسٹس کی رائے نے سول یونینز میں شامل ہونے کے لیے جوڑوں کو قانونی تسلیم کرنے کی حمایت کی، حالانکہ پانچ میں سے تین ججوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا، اس بات پر زور دیا کہ اس کا فیصلہ بھی

پارلیمنٹ کو کرنا چاہیے۔ حکومت نے LGBTQI+ افراد کے حقوق کی جانچ کے لیے ایک پینل بنانے کا عہد کیا ہے۔ میڈیا کی رپورٹوں میں زور دے کر کہا گیا کہ پینل LGBTQI+ افراد کے لیے مالی حقوق اور اضافی قانونی تحفظات کا جائزہ لے گا لیکن ہم جنس شادی کو قانونی حیثیت دینے کا نہیں۔ LGBTQI+ کمیونٹی کے اراکین نے اس بات پر مایوسی کا اظہار کیا کہ سپریم کورٹ نے ہم جنس شادی کو قانونی حیثیت نہیں دی لیکن اس بات کو نوٹ کیا کہ ججوں کے کچھ بیانات کمیونٹی کی حمایت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

LGBTQI+ گروپوں نے خاص طور پر دیہی علاقوں میں وسیع پیمانے پر معاشرتی امتیاز اور تشدد کی اطلاع دی۔ ہم جنس شادی کے لیے عوامی حمایت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ جولائی کے ایک سروے سے پتا چلا ہے کہ 42 فیصد جواب دہندگان نے مساوی شادی کے حقوق کی حمایت کی، جبکہ 50 فیصد نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ پیو ریسرچ سینٹر کے سروے کے مطابق 53 فیصد بالغ ہم جنس شادی کو قانونی حیثیت دینے کے حق میں تھے۔ 4 دسمبر تک، ہم جنس پرست جوڑوں کے لیے قانونی طور پر شادی کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

18 مئی کی میڈیا رپورٹ کے مطابق، تریپورہ حکومت نے LGBTQI+ کے حقوق کے تحفظ کے لیے سماجی بہبود اور سماجی تعلیم کے محکمے کی نگرانی میں ایک ٹرانس جینڈر ویلفیئر بورڈ تشکیل دینے پر اتفاق کیا۔

13 فروری کو، اوڈیشہ حکومت نے پنشن قوانین میں ترمیم کی تاکہ حکومت میں خدمات انجام دینے والے کسی بھی والدین کی موت کی صورت میں واحد، منحصر ٹرانسجینڈر فرد کو خاندانی پنشن کا دعویٰ کرنے کی اجازت دی جائے۔

7 جولائی کو، تلنگانہ ہائی کورٹ نے 1919 کے تلنگانہ ایونخ ایکٹ کے قانون کو کالعدم قرار دے دیا جس کے تحت پولیس کو خواجہ سراؤں کو بغیر وارنٹ کے گرفتار کرنے اور انہیں دو سال تک قید کرنے کا اختیار دیا گیا تھا اگر وہ "خواتین کے لباس میں یا خواتین کے زیور پہنے ہوئے، گاتے، ناچتے، یا کسی گلی میں عوامی تفریح میں حصہ لیتے ہوئے پائے گئے۔"

اگست میں، مدراس ہائی کورٹ نے تامل ناڈو کی ریاستی حکومت کو ہدایت کی کہ وہ مقامی گورننگ باڈیز میں ٹرانس جینڈر افراد کے لیے جگہیں دینے کے لیے اقدامات شروع کرے۔ عدالت کے ایک فیصلے نے ضلعی حکام کو ایک مقامی گاؤں کے رہنما کو ہٹانے کی ہدایت بھی کی جس نے اپنے گاؤں میں اس ریاستی حکومت کی طرف سے ٹرانس جینڈر افراد کو الاٹ کی گئی اراضی کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

قانونی جنسی شناخت کی فراہمی: قانون نے اپنے شہریوں کے حق خود ارادیت کی بنیاد پر اپنی صنفی شناخت کو تبدیل کرنے اور سرکاری شناختی دستاویزات، روزگار کے مواقع، صنف کی تصدیق کرنے والی نگہداشت صحت، اور دیگر خدمات تک رسائی کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ ہر وہ واقعہ جہاں کسی نے اپنی جنس تبدیل کی ہو اسے قانونی طور پر درست ہونے کے لیے سرکاری طور پر ہفتہ وار گزٹ میں ایک نوٹیفیکیشن کے طور پر پیش کیا جانا چاہیے، جیسے حکومت کے محکمہ اشاعت کی طرف سے شائع کیا جاتا ہے۔

TPRA نے کسی کی جنس کو تیسری جنس میں تبدیل کرنے کے دو طریقے فراہم کیے ہیں۔ پہلا ایسے شخص کے بارے میں تھا جو اپنی شناخت بطور "ٹرانس جینڈر" شخص (T) کے لیے ایک حلف نامہ کے ساتھ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میں ایک درخواست داخل کرے؛ طبی تاریخ فراہم کرنا ضروری نہیں تھا۔ مجسٹریٹ طبی یا جسمانی معائنے پر اصرار نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرا ایسے فرد کے لیے تھا جو پہلے (T) کے ساتھ سرٹیفکیٹ حاصل کرے اور پھر مجسٹریٹ کو دوبارہ (M) یا (F) میں جنس کی تبدیلی کے لیے درخواست دے۔ دوسری قسم کی درخواست کے لیے (T) سے (M/F) یا کسی بھی "طبی مداخلت" کے لیے سرجری کا ثبوت درکار ہوتا ہے جس میں مشاورت، ہارمون تھیراپی، یا جراحی مداخلت شامل ہوسکتی ہے۔

27 اپریل کو، بمبئی ہائی کورٹ نے مہاراشٹر حکومت کو ہدایت دی کہ وہ یقینی بنائے کہ تمام تعلیمی ادارے اپنے سرکاری ریکارڈ میں ٹرانس جینڈر افراد کے ناموں اور جنسوں میں تبدیلیوں کو منطبق کرے۔

بغیر مرضی یا زبردستی طبی یا نفسیاتی عمل: قانون نے بالغوں کی واضح رضامندی کے بغیر یا اگر وہ باخبر رضامندی نہ دے سکیں تو ان کے ذریعے کسی نامزد نمائندے کی مرضی کے بغیر علاج کو غیر قانونی بنا دیا ہے۔ قانون نے دماغی صحت کے پیشوں کو دوائیں تجویز کرنے یا علاج کرنے سے بھی منع کیا ہے جو ان کے پیشے کے "فیلڈ" کے ذریعہ مجاز نہیں ہیں۔ 2018 میں، انڈین سائیکاٹرک سوسائٹی نے کہا کہ ہم جنس پرستی کوئی بیماری نہیں ہے اور جنسی رجحان کو ریورس کرنے کے لیے "علاج/تھراپی" کی تمام شکلیں اس غلط بنیاد پر مبنی تھیں کہ اس طرح کے رجحانات بیماری ہیں۔ 2022 میں، نیشنل میڈیکل کمیشن نے تمام ریاستی میڈیکل کونسلوں کو نام نہاد کنورژن تھراپی پر پابندی لگانے کی ہدایت کی اور اسے "پیشہ ورانہ بدانتظامی" قرار دیا۔

آزادی اظہار، انجمن، یا پرامن اسمبلی کی پابندیاں +LGBTQI: کے معاملات کے بارے میں بولنے یا قانونی طور پر رجسٹر کرنے یا متعلقہ تقریبات منعقد کرنے کی اہلیت پر پابندیوں کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

معذور افراد

قانون نے معذور افراد کے لیے مساوی حقوق فراہم کیے ہیں۔ قانون کے تحت حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ معذور افراد کو جسمانی بنیادی ڈھانچے، صحت کی دیکھ بھال کے اداروں اور عوامی نقل و حمل کے نظام تک مساوی رسائی فراہم کرے، اور قانون عام طور پر نافذ العمل تھا۔ معذوری کے حقوق کی تنظیم نیشنل سینٹر فار پروموشن آف امپلائمنٹ فار ڈس ایبل پرسن نے تاہم، اطلاع دی کہ قابل رسائی بنیادی ڈھانچہ اکثر دستیاب نہیں تھا۔

قانون میں کہا گیا ہے کہ مناسب حکومت اور مقامی حکام کو اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرنی چاہیے کہ تمام تعلیمی ادارے معذور بچوں کو جامع تعلیم فراہم کریں، جس میں بلا امتیاز داخلہ، کھیلوں اور تفریح کے مواقع، عمارتوں، کیمپوں اور سہولیات تک رسائی، اور معقول رہائش شامل ہے۔ قانون کے مطابق، حکومت کو بالغوں کی تعلیم میں معذور افراد کی شرکت اور دوسروں کے برابر تعلیمی پروگراموں کو جاری رکھنے کے فروغ، تحفظ اور یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت تھی۔

سرکاری مراعات کے باوجود معذور افراد کی نجی شعبے میں ملازمتیں کم رہیں۔ روزگار، تعلیم اور صحت کی دیکھ بھال تک رسائی میں معذور افراد کے ساتھ امتیازی سلوک دیہی علاقوں میں زیادہ وسیع تھا، اور ملک کی معذور افراد کی 45 فیصد آبادی ناخواندہ تھی۔

ادارہ جاتی بچے: قانون میں ایسے بچے کی دیکھ بھال اور تحفظ کی ضرورت ہوتی ہے جو ذہنی طور پر بیمار، ذہنی یا جسمانی طور پر معذور ہو، یا کسی لاعلاج یا آخری بیماری میں مبتلا ہو۔ ایک بار جب دیکھ بھال اور تحفظ کے محتاج بچے کی شناخت پولیس، کسی این جی او، یا کسی فرد کی طرف سے ہو جاتی ہے، تو بچہ ایک کمیٹی کے سامنے پیش ہوتا ہے، اور اسے ادارہ جاتی نگہداشت میں رکھا جا سکتا ہے۔ بچوں کو ایک ایسی سہولت میں رکھا جا سکتا ہے جس کی شناخت ڈسٹرکٹ چائلڈ پروٹیکشن یونٹ کے ذریعے کی گئی ہو۔

بچوں کی بہبود کے ماہرین نے کہا کہ معذور بچوں کو اکثر اسی شیلٹر ہوم میں رکھا جاتا ہے جہاں غیر معذور بچوں کو رکھا جاتا ہے۔ زیادہ تر معاملات میں، معذور بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے عملے کے پاس خصوصی تربیت اور وسائل کی کمی تھی۔ ماہرین نے تجویز کیا کہ دیہی اضلاع میں صورتحال زیادہ مشکل تھی، جہاں معذور بچوں کو خصوصی گھروں میں رکھنے کے لیے زیادہ انتظامات نہیں تھے۔ اس کی وجہ سے بعض اوقات کسی بچے کو ریاست کے اندر دور دراز علاقوں میں بھیجا جاتا تھا۔

دیگر سماجی تشدد یا امتیازی سلوک

مذہبی اقلیتوں کے اراکین کے خلاف سماجی امتیاز اور تشدد کی کئی رپورٹیں تھیں (محکمہ خارجہ کی بین الاقوامی مذہبی آزادی کی رپورٹ دیکھیں)۔ ایسی مصدقہ اطلاعات ہیں کہ عسکریت پسند گروہ مسلمانوں اور دلتوں کو مویشیوں کی نقل و حمل یا ذبح کرنے کے لیے قتل کر رہے ہیں۔ سپریم کورٹ نے چوکسی کی ان کارروائیوں کو کم کرنے کے لیے 2018 میں رہنما خطوط جاری کیے تھے۔ 20 ریاستوں میں گائے کے ذبیحہ پر جزوی یا مکمل پابندی کے قوانین موجود تھے۔

16 فروری کو، ہریانہ پولیس کو بھیوانی ضلع میں ایک جلی ہوئی کار میں دو مردوں کی لاشیں ملی، جن کی بعد میں انہوں نے راجستھان کے بھرت پور ضلع سے تعلق رکھنے والے دو مسلمان مردوں محمد جنید اور محمد ناصر کے طور پر شناخت کی۔ میڈیا کی اطلاعات اور مقتولین کے رشتہ داروں کے مطابق جنید اور ناصر پر گائے کی اسمگلنگ کا الزام تھا جب وہ ہریانہ میں ایک رشتہ دار سے ملنے گئے تھے اور ان کی گاڑی کو مبینہ طور پر گائے کے محافظ گروہ کے اراکین نے روکا تھا۔ چوکس گروہ کے ارکان نے مبینہ طور پر دونوں افراد کو مارا پیٹا اور انہیں دو مختلف تھانوں میں لے جانے کی کوشش کی لیکن انہیں واپس لے لیا گیا۔ پولیس رپورٹ کے مطابق، محافظ گروہ کے ارکان نے پھر ان افراد کو تقریباً 100 میل دور بھگا دیا اور ان کی گاڑی کو آگ لگا دی جب کہ دونوں افراد ابھی اندر تھے۔ اگست تک، اس واقعے میں ملوث ہونے کے الزام میں 10 افراد کو گرفتار کیا گیا تھا۔

مذہبی برادریوں کے درمیان تشدد کی مصدقہ اطلاعات تھیں۔ 13 مئی کو، مہاراشٹر کے اکولا قصبے میں ایک فساد ہجوم نے مبینہ طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ تشدد کے دوران ایک شخص کو ہلاک اور آٹھ دیگر کو اس وقت زخمی کر دیا جب دائیں بازو کے ایک ہندو رہنما نے سوشل

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

میڈیا پر مسلمانوں اور پیغمبر اسلام کی توہین کی تھی۔ پولیس نے 147 افراد کو گرفتار کیا اور قصبے میں انٹرنیٹ سروس مختصر طور پر بند کر دی۔

مذہبی اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کی کئی دوسری رپورٹیں بھی تھیں۔ 9 فروری کو، گجرات ہائی کورٹ نے وڈودرا شہر میں ایک دکان کو دو ہندو افراد کی طرف سے ایک مسلمان شخص کو فروخت کرنے کی منظوری کو برقرار رکھا۔ دس ہندو درخواست گزاروں نے گجرات کے ریاستی قانون کے تحت فروخت پر اعتراض کیا جس کے تحت حکومت کی پیشگی منظوری کے بغیر مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان جائیداد کے لین دین پر پابندی تھی۔ عدالت نے 10 درخواست گزاروں پر جرمانہ عائد کیا۔

تیرہ ریاستی حکومتوں کے پاس جبری تبدیلی اور شادی کے مقصد کے لیے زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر پابندی کے قوانین تھے۔ عملی طور پر، یہ اکثر غیر ہندو مذاہب میں تبدیلی اور مذہبی اقلیتی برادریوں کے ارکان کی پرامن مذہبی سرگرمیوں کو محدود کرنے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ قوانین کے حامیوں نے بعض اوقات انہیں "لو جہاد" کو روکنے کے طور پر بیان کیا، جو کہ مسلمان مردوں کو مذہبی تبدیلی کے مقاصد کے لیے ہندو عورتوں سے شادی کرنے کی کوشش کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کی جانب سے سول سوسائٹی کی تنظیموں، مذہبی اقلیتوں، جیسے سکھوں اور مسلمانوں، اور سیاسی اپوزیشن کے خلاف غلط معلومات کے ہتھکنڈے استعمال کرنے کی پریس اور سول سوسائٹی کی جانب سے متعدد رپورٹیں تھیں، جن میں بعض اوقات انہیں سیکورٹی کے خطرات کے طور پر دکھایا جاتا تھا۔

جون میں، مہاراشٹر کے مالیگاؤں ٹاؤن میں کالج کے حکام نے پرنسپل کو دائیں بازو کے ہندو قوم پرست گروپ کی طرف سے کالج کے ایک پروگرام میں اسلامی نماز کی تلاوت پر اعتراض اور غیر قانونی مذہبی تبدیلی کے الزامات کے بعد معطل کر دیا۔ اس کے بعد پولس نے نکم کے خلاف شکایت درج کی۔

قانون نسل، سیکس، جنس، معذوری، زبان، جنسی رجحان، صنفی شناخت، یا ملازمت اور پیشے کے حوالے سے سماجی حیثیت کی بنیاد پر امتیازی سلوک کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ ایک علیحدہ قانون میں ایچ آئی وی یا ایڈز کے شکار افراد کے خلاف امتیازی سلوک پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ قانون نے متعدی امراض میں مبتلا افراد یا رنگ، مذہب، سیاسی رائے، قومی اصل، یا شہریت کی بنیاد پر ملازمت میں امتیازی سلوک کو منع نہیں کیا۔

غیر ملکی تارکین وطن کارکنان کی ایک بڑی تعداد کے پاس دستاویزات نہیں تھے اور انہیں عام طور پر وطن کے باشندوں کو ملنے والا قانونی تحفظ دستیاب نہیں تھا۔

سیکشن 7. کارکن کے حقوق

الف۔ انجمن کی آزادی اور اجتماعی سودے بازی کا حق

2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ
ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

قانون نے یونین بنانے اور اس میں شامل ہونے اور اجتماعی طور پر سودے بازی کرنے کا حق فراہم کیا ہے، لیکن آجروں کے اوپر یونین کو تسلیم کرنے یا اجتماعی سودے بازی میں مشغول ہونے کی کوئی قانونی ذمہ داری نہیں تھی۔ یونینوں کو کسی انٹیرائز میں کم از کم 100 ممبران یا افرادی قوت کا 10 فیصد (جو بھی کم تھا) کو تسلیم کرنے کی ضرورت تھی اور اجتماعی سودے بازی میں حصہ لینے کے لیے افرادی قوت کے دو تہائی حصے کا ہونا ضروری تھا۔ سکم میں، ٹریڈ یونین رجسٹریشن ریاستی حکومت کی پیشگی اجازت سے مشروط تھی، اور عوام یونین کے رجسٹریشن پر اعتراضات اٹھا سکتے تھے۔

قانون نے ہڑتال کرنے کا حق فراہم کیا لیکن کچھ کارکنوں کے لیے اس حق پر پابندیاں عائد کر دیں قانون اور اجتماعی معاہدوں میں مفاہمت اور شکایات کے دیگر افعال کے علاوہ اجتماعی سودے بازی کے ذریعہ شکایات کا ازالہ کرنے کے لیے لازمی شکایات ازالہ کا قیام پیشگی شرط تھی۔ اکسپورٹ پروسیسنگ زون (EPZs) میں، ہڑتال سے پہلے 45 دن کا نوٹس مطلوب تھا کیونکہ EPZs کو "عوامی افادیت" کے طور پر نامزد کیا گیا تھا۔

اس قانون نے حکومت کو سرکاری ملکیتی اداروں میں ہڑتالوں پر پابندی لگانے اور مخصوص "ضروری صنعتوں" میں ثالثی کی ضرورت کی بھی اجازت دی۔ ضروری صنعتوں کی تعریفیں ریاست در ریاست مختلف ہوتی ہیں۔ قانون نے یونین کے خلاف امتیازی سلوک اور انتقاماً قانونی ہڑتالوں میں ملوث ہونے کی ممانعت کی اور یونین کی سرگرمیوں کے لیے برطرف کیے گئے ملازمین کو بحال کرنے کا بندوبست کیا۔ یونین کے رہنما عام طور پر حکومت اور آجروں کی طرف سے دھمکیوں اور تشدد سے آزاد رہتے تھے۔ آجروں نے شاذ و نادر ہی یونینوں کے ساتھ سودا کرنے سے انکار کیا۔

قانون کا نفاذ ایک ریاست سے دوسری ریاست اور ایک شعبے سے دوسرے شعبے تک مختلف ہے۔ نفاذ عام طور پر بڑی اور فارمل شعبے کی صنعتوں میں بہتر تھا۔ حکام عام طور پر صنعتی شعبے میں ٹریڈ یونین کی جائز سرگرمیوں میں مداخلت کرنے یا دبانے کے ذمہ دار افراد پر مقدمہ چلاتے ہیں اور سزا دیتے ہیں۔ دیوانی عدالتی طریقہ کار نے زیادتیوں کا ازالہ کیا کیونکہ ٹریڈ یونین ایکٹ میں اس طرح کی زیادتیوں کے لیے سزاؤں کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

سزائیں دیگر قوانین کے مطابق تھیں جن میں شہری حقوق، جیسے امتیازی سلوک سے انکار شامل تھا۔ بعض اوقات خلاف ورزی کرنے والوں پر جرمانے لگائے گئے۔ خصوصی لیبر کورٹس نے لیبر تنازعات کا فیصلہ کیا، لیکن طویل تاخیر اور حل نہ ہونے والے مقدمات کا بیک لاگ تھا۔

آجر عام طور پر انجمن کی آزادی اور رسمی صنعتی شعبے میں اجتماعی طور پر منظم اور سودے بازی کرنے کے حق کا احترام کرتے ہیں لیکن بڑی، غیر رسمی معیشت میں نہیں۔ زیادہ تر یونین کے اراکین رسمی شعبے میں کام کرتے تھے، اور ٹریڈ یونین زرعی اور غیر رسمی شعبے کے کارکنوں کی ایک چھوٹی تعداد کی نمائندگی کرتی تھیں۔ ممبرشپ پر مبنی تنظیمیں جیسے کہ سیلف امپلائڈ ویمنز ایسوسی ایشن نے غیر رسمی شعبے کے کارکنوں کو کامیابی کے ساتھ منظم کیا اور انہیں اپنے کام یا مصنوعات کے لیے زیادہ ادائیگی حاصل کرنے میں مدد کی۔ Gig اور پلیٹ فارم کے کارکنوں نے آل انڈیا گیگ ورکرز یونین جیسی تنظیمیں

بھی تخلیق کیں، جنہوں نے سال کے دوران پلیٹ فارم اکاؤنٹس کو برقرار رکھنے کے لیے اجرتوں میں اضافہ اور مناسب درجہ بندی اور ردعمل کی ضروریات کا مظاہرہ کیا۔

ایک اندازے کے مطابق یونین میں شامل ہونے والے 80 فیصد ملازمین پانچ بڑی ٹریڈ یونین فیڈریشنوں میں سے ایک سے وابستہ تھے۔ یونینیں حکومت سے آزاد تھیں، لیکن پانچ بڑی فیڈریشنوں میں سے چار بڑی سیاسی جماعتوں سے وابستہ تھیں۔

ریاستی اور مقامی حکام بعض اوقات یونینوں کی رجسٹریشن میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں، یونین کی آزادانہ سرگرمیوں کو دباتے ہیں، اور ہڑتالوں کو غیر قانونی قرار دینے اور فیصلے پر مجبور کرنے کے لیے اپنی طاقت کا استعمال کرتے ہیں۔ مزدور گروہوں نے اطلاع دی کہ کچھ آجر قائم شدہ یونینوں کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے رہے، اور کچھ نے آزاد یونینوں کو منظم ہونے سے روکنے کے لیے "مزدوروں کی کمیٹیاں" اور آجر کے زیر کنٹرول یونینیں قائم کیں۔ EPZs اکثر عارضی معاہدوں پر کارکنوں کو ملازمت دیتے ہیں۔ مزید برآں، EPZs میں صرف ملازمین کے داخل ہونے کی وجہ سے یونین کے منتظمین کی رسائی محدود ہو جاتی ہے۔

ب۔ جبری یا لازمی مشقت کی ممانعت

محکمہ خارجہ کی سالانہ ٹریفکنگ ان پرسنز رپورٹ <https://www.state.gov/trafficking-in-persons-report/>

ج۔ بچہ مزدوری کی ممانعت اور ملازمت کے لیے کم از کم عمر

بچہ مزدوری کی بدترین شکلوں پر محکمہ محنت کے نتائج <https://www.dol.gov/agencies/ilab/resources/reports/child-labor/findings/> پر دیکھیں۔

د۔ امتیازی سلوک (سیکشن 6 دیکھیں)

ہ۔ کام کی قابل قبول شرائط

اجرت اور گھنٹے کے قوانین: ریاستی حکومت کے قوانین کم از کم اجرت اور کام کے اوقات کا تعین کرتے ہیں۔ یومیہ کم از کم اجرت مختلف تھی لیکن غربت کی سطح کی آمدنی کے سرکاری تخمینہ سے زیادہ تھی۔ ریاستی حکومتیں زرعی کارکنوں کے لیے الگ سے کم از کم اجرت مقرر کرتی ہیں۔

قانون نے کام کے زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے اور ہفتے میں 48 گھنٹے کام کو لازمی قرار دیا ہے۔ قانون نے ہر چار گھنٹے کے کام کے بعد کم از کم 30 منٹ آرام کرنے اور اوور ٹائم کے لیے پریمیم کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا تھا، لیکن اس نے تعطیلات کی ادائیگی کا حکم نہیں دیا۔ قانون نے لازمی اوور ٹائم کی ممانعت کی ہے اور اوور ٹائم کی مقدار کو محدود کر دیا ہے جو ایک کارکن انجام دے سکتا ہے۔

پیشہ ورانہ حفاظت اور صحت: قانون نے کام کرنے کے محفوظ حالات کو لازمی قرار دیا، جس میں بیت الخلاء، کیفے ٹیریا، طبی سہولیات، اور وینٹیلیشن کے انتظامات شامل تھے۔ وفاقی قانون پیشہ ورانہ حفاظت اور صحت (OSH) کے معیارات مرتب کرتا ہے۔ ریاستی حکومتوں نے ریاست کے لیے خاص اضافی 2023 کے لیے انسانی حقوق کے طریقوں پر ملکی رپورٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا محکمہ خارجہ • محکمہ برائے جمہوریت، انسانی حقوق، اور محنت

ضابطے نافذ کیے ہیں۔ حکومت کی طرف سے مقرر کردہ OSH معیارات ملک کی اہم صنعتوں کے لیے موزوں تھے۔

چھوٹی، کم ٹیکنالوجی والی فیکٹریاں اکثر کارکنوں کو کام کے خطرناک حالات سے دوچار کرتی ہیں۔ غیر دستاویزی غیر ملکی کارکنوں کو بنیادی OSH تحفظات نہیں ملے۔ بہت سی صورتوں میں، کارکنان اپنے روزگار کو خطرے میں ڈالے بغیر خود کو ایسے حالات سے نہیں نکال سکتے جو ان کی صحت یا حفاظت کو خطرے میں ڈالتے ہیں۔

اجرت، گھنٹے، اور OSH کا نفاذ: ریاستی حکومتیں کم از کم اجرت، اوور ٹائم، اور OSH قوانین کو نافذ کرنے کی ذمہ دار تھیں۔ عموماً لیبر قانون کو نافذ کرنے کے لیے انسپکٹروں کی تعداد ناکافی تھی۔ انسپکٹروں کو غیر اعلانیہ معائنہ کرنے کا اختیار تھا، اور معائنے کے مقامات کا انتخاب بے ترتیب طور پر کیا گیا تھا۔ انسپکٹروں کو خلاف ورزیوں پر جرمانے یا دیگر پابندیاں عائد کرنے کی اجازت تھی لیکن آجر کو ابتدائی وارننگ اور تعمیل میں آنے کا وقت فراہم کرنے کے بعد۔ OSH معیارات کا نفاذ ناقص تھا۔ OSH معیارات کی خلاف ورزی کی سزائیں غفلت جیسے جرائم کے لیے دی جانے والی سزاؤں کے مطابق تھیں۔ کبھی کبھی خلاف ورزی کرنے والوں پر جرمانے بھی عائد کیے جاتے تھے۔

دستی صفائی - سیوریج لائنوں یا سیپٹک ٹینکوں سے انسانی فضلات کو ہاتھ سے نکالنے کا رواج - قانون کے ذریعہ ممنوع قرار دیا گیا تھا، لیکن انسانی حقوق کے کارکنوں نے کہا کہ یہ عمل ملک کے کئی حصوں میں رائج ہے۔ 25 جون کو سماجی انصاف اور امپاورمنٹ کے وزیر مملکت رام داس اٹھالوے نے پارلیمنٹ کے ایوان زیریں کو بتایا کہ ملک میں دستی صفائی سے کوئی موت نہیں ہوئی ہے۔ "صفائی کرنے والے کارکنوں" کی نو اموات ہوئیں جو سال کے دوران سیپٹک ٹینکوں یا گٹروں کی صفائی جیسے خطرناک حالات میں کام کرتے ہوئے مر گئے۔ وزیر اٹھالوے نے بتایا کہ 2018 اور 2022 کے درمیان گٹروں اور سیپٹک ٹینکوں کی صفائی کے دوران حادثات میں 339 افراد ہلاک ہوئے۔ دستی صفائی کے خاتمے کے لیے کام کرنے والی تنظیموں نے دعویٰ کیا کہ اعداد و شمار کو "مجموعی طور پر کم" آنگا گیا ہے اور یہ کہ جولائی تک، دستی صفائی کرنے والے کم از کم 57 افراد کی موت ہوئی۔

وزارت محنت اور روزگار کی سالانہ رپورٹ برائے 2021-22 نے اندازہ لگایا ہے کہ 380 ملین "غیر منظم کارکنان" ہیں، جن کی تعریف "گھر پر کام کرنے والے کارکن، آزاد پیشہ کارکن، یا غیر منظم شعبے میں اجرت پر کام کرنے والے کارکن" کے طور پر کی گئی ہے۔ اجرت، اوقات کار، اور OSH معیارات سے متعلق قوانین بڑے غیر رسمی شعبے پر لاگو نہیں ہوتے تھے، اور حکومت نے غیر منظم شعبے میں لیبر قوانین کو نافذ نہیں کیا تھا۔ قانون اور ضوابط غیر رسمی شعبے کے کارکنوں (صنعتیں اور ادارے جو فیکٹریز ایکٹ کے دائرہ کار میں نہیں آتے) کو تحفظ نہیں دیتے تھے، جو کہ ایک اندازے کے مطابق افرادی قوت کا 90 فیصد تھے۔